

مجلس مشاورت

محمد سعید رضا خان (گجرات)

محمد نورانی رضا رضوی (بہار)

محمد نوشاد انصاری (یوپی)

محمد ارشاد احمد (ممبئی)

محمد اکبر شریف (بنگلور)

محمد احتشام اللہ (بہار)

بفیض روحانی

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ

قطب الزمان سید علوی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض کرم

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت احمد کویشا لیاقتی رحمۃ اللہ علیہ

مجلس مشاورت

مولانا عبدالرفیق ہدوی (کیرالا)

مولانا محمد علی پی آئی (کیرالا)

مولانا محمد الیاس ہدوی (کولار)

مولانا محمد اکرم اللہ ہدوی (میسور)

مولانا محمد اجمل ہدوی (میسور)

مولانا محمد عبدالانصاری ذیشان (ممبئی)



مجلس ادارت

معاون مینیجر: سید محمد ثر حسین (بہار)

اشتہار مینیجر: محمد شادمان عالم (بہار)

معاون تزئین کار: محمد حسن رضا (ممبئی)

مشیر اعلیٰ

علامہ و مولانا محمد رفیق احمد کولاری

مدرس جامعہ دارالہدی اسلامیہ کیرالا

مجلس ادارت

مدیر مسؤول: محمد اطہر علی (یوپی)

مینجنگ ایڈیٹر: محمد افسر شیخ (بہار)

سرکولیشن مینیجر: عبدالرشید (کرناٹک)

برائے اشتہار

ٹائٹل پیج کے بعد کا پیج: ۱۰۰۰ روپے

بیک پیج: ۸۰۰ روپے

بیک پیج کے اندر کا پیج: ۵۰۰ روپے

میگزین میں کہیں بھی فل پیج: ۳۰۰ روپے

چیف ایڈیٹر

محمد صدام حسین پرواز (ناواوی)

کمپیوزنگ و ڈیزائننگ

سید محمد مبشر رضا کٹیہاری (بہار)

ممبر شپ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ: ۳۲۰ روپے

اعزازی: ۱۰۰۰ روپے

بیرون ممالک: ۳۰ امریکی ڈالر

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ (ادارہ)

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

DARUL HUDA ISLAMIC UNIVERSITY
HIDAYA NAGAR, CHEMMAD, MALAPPURAM,
KERALA (INDIA) 676306



جامعہ دارالہدی اسلامیہ

ہدایہ نگر، چماڈ، ملپورم، کیرالا (انڈیا) - ۶۷۶۳۰۶

آئینہ صدائے ہدی

نمبر شمار	نشان منزل	منزلیں	شركائے سفر	صفحات
۱	حمد و نعت	حمد و نعت	امام احمد رضا خان فاضل بریلوی	۳
۲	اداریہ	جرائم سے نفرت تو کرائم شوز سے محبت کیوں؟؟؟	محمد سعید رضا خان	۴
۳	جہان رضا	امام احمد رضا اور تصور عشق مصطفیٰ ﷺ	محمد نورانی رضا رضوی	۶
۴	اخلاقیات	اہانت رسول کا ہیبت ناک انجام	محمد شہراز شیخ	۸
۵	سیاسیات	دہلی دل والوں کی یاز ہرا گلنے والوں کی؟	محمد افسر رضا شیخ	۱۰
۶	آئینہ حق	علم سائنس مسلمانوں کی مرہون منت !!!	مولانا محمد اجمل شریف ہدوی میسوری	۱۳
۷	ایڈیٹر کے قلم سے	کہ ایں مقتول راجز نے گناہی نیست تقصیرے!	محمد صدام حسین پرواز	۱۷
۸	سیر و سیاحت	سیاحوں کی سرزمین، کوچین میں	محمد شکیل احمد	۲۰
۹	لمحہ فکر	اسلام کی پیروی سے انحراف اور آپسی اختلاف	محمد شیخ حسن ابن غلام سبحانی	۲۲
۱۰	حالات حاضرہ	ہندوستان میں جمہوریت کا گر تار معیار	محمد ارشاد شیخ	۲۷
۱۱	تکنیکی دنیا	موبائیل ورلڈ	محمد ارقم انصاری	۳۰
۱۲	جہان جدید	کمپیوٹر کی دنیا	سید محمد مبشر رضا	۳۳
۱۳	علوم و فنون	علم تفسیر پر ایک نظر	محمد حسن رضا	۳۵
۱۴	شخصیات	آئینہ غوث اعظم	سید صلاح الدین علی	۳۶
۱۵	جنرل ناچ	کون کتنے پانی میں؟؟؟	غلام ربانی سیوانی	۳۸
۱۶	مسائل فقہیہ	فقہی مسائل اور انکے حل	محمد حماد رضا	۳۹
۱۷	باب ادب	اردو ادب اور غیر مسلم خواتین	محمد تحسین رضا خان	۴۱
۱۸	افسانہ	اسکول کی کھڑکی	محمد فیضان صدیقی	۴۳
۱۹	شعر و سخن	بزم شعر و سخن	شعراے کرام	۴۶
۲۰	ارباب ادب	جماعت اہل سنت کے دو بے مثال ارباب ادب	محمد مدثر حسین، محمد یاسر انصاری	۴۷

حسان الہند الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

نعت

حمد

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشاء رحمت کا قلمدان گیا
لے خبر جلد کے غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولا مرے آقا ترے قربان گیا
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے قدموں پہ قربان گیا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا
تجھے حمد ہے خدایا
تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلا یا، تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا
وہ کنواری پاک مریم، و نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشان اعظم، مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا
یہی بولے سدرہ والے، چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا
ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیانہ آیا
ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بمشکل
در روضہ کے مقابل، وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

جرائم سے نفرت

اداریہ

تو کرائم شوز سے محبت کیوں؟؟؟

محمد سعید رضا خان گجراتی

دور کا انسان اب بھی ایک جنگلی درندہ ہے۔ انسان میں پوشیدہ جنگلی عادت جب بھی جاگتی ہے تو وہ کوئی نہ کوئی جرم کر بیٹھتا ہے۔ ایک دور تھا جب لوگ جرم کا نام سنتے ہی خوف زدہ ہو جاتے تھے اور ان کا کلیجہ دھڑکنے لگتا تھا مگر آج تو لوگ اپنے ٹی وی پر کرائم شوز دیکھنے کے لئے بیتاب رہتے ہیں اور اس فراق میں رہتے ہیں کہ کوئی اے پیسڈ مس نہ ہو۔ جرائم پر مبنی سیریل کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے آج بے شمار چینلس نے کرائم شوز دکھانا شروع کر دیا ہے۔ حال ہی میں ہندوستان میں دکھائے جانے والے کرائم شوز کے ویور شپ (Viewership) کی تعداد ظاہر کی گئی جسے دیکھ کر یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ شوز ٹی وی چینلس کے لئے کتنے منافع بخش ثابت ہو رہے ہیں ہندوستان کے ٹوپ کرائم شوز کی جنوری سے جون کے درمیان کے ویور شپ کی تعداد اگر دیکھی جائے تو CID کا ویور شپ سب سے زیادہ ہے جس کو ۳۵ لاکھ ویور شپ ریٹنگ ملا ہے۔ شپتھ سو پر کوپس ورس سو پر پرویلن کی ٹی آر پی ۳۲ لاکھ ساؤدھان انڈیا ۲۹ لاکھ جب کہ کرائم پیٹرول دستک کی ویور شپ ریٹنگ ۲۷ لاکھ تک پہنچ چکی ہے یہ تعداد کرائم شوز کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا نتیجہ ہے۔

کرائم شوز صرف ہندوستان ہی میں نہیں مقبول ہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں عوام بڑے شوق سے دیکھتے ہیں انسان کی عادت و اطوار پر تحقیق کرنے والوں کے لئے کرائم شوز ایک بہت ہی اچھا موضوع بن گیا ہے لوگ کرائم سے

ہندوستانی معاشرہ جس طرح سے مغرب کی زد میں آ کر تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچا ہے وہ ہر ذی شعور اور صاحب عقل پر روز روشن کے مانند عیاں ہے۔ ہمارا ملک انگریزوں کے خونی شکنجے سے تو آزاد ہو گیا ہے مگر ہمارا دماغ آج بھی ان کی گرفت میں ہے۔ ان کی ہر چیز آج ہم فیشن کے نام پر اپناتے جا رہے ہیں۔ آئے دن جرائم و حادثات کی بڑھتی ہوئی شرح نے عام انسان کی زندگی کو اجیرن کر دیا ہے۔ جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات آج سماج میں ہر طرف خوف و ہراس کا ماحول پیدا کر رکھے ہیں۔ ہمارے سماج میں جرائم بے شمار شکل میں موجود ہیں مثلاً دھوکہ دہی، انسانی اعضا کی خرید و فروخت، نقلی دواؤں کی درآمد اور برآمد، اسلحہ کی اسمگلنگ، اوروں کا مال غصب کرنا، پیشہ وارانہ قتل، بلیک مارکیٹنگ، سیاسی تشدد، اغوا، سائبر کرائم، غیر قانونی جنگلی جانوروں کی تجارت، منی لونڈرنگ، رشوت خوری، وغیرہ۔

این سی آر بی کی رپورٹ کے مطابق آج ہندوستان کا جرائم کے معاملے اپنا ایک الگ مقام بن چکا ہے جہاں دنیا کے دیگر تمام ممالک کے بانسبت زیادہ قتل و غارت کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۶-۲۰۰۷ میں ۳۲،۷۱۹ قتل کے واردات رکارڈ کئے گئے ہیں جب کہ امریکہ میں ۶۹۲،۱۶ اور پاکستان میں ۶۳۱،۹۰۰ مذکورہ بالا رپورٹ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کے جرائم کی شرح کیا ہوگی؟ جرم کا ہر ایک حادثہ ہمیں خبردار کرتا ہے کہ موجودہ

بھرپور ہوتی ہیں۔ لوگوں کو سسپنس میں مبتلا کرنے کے لئے ہر چیز کو توڑ موڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔

کرائم شوز سے برا اثر ہمارے بچوں پر پڑتا ہے عورتوں پر بھی ان شوز کا جنون طاری رہتا ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان شوز کی وجہ سے ان عورتوں میں ایک عجیب طرح کا خوف رہتا ہے۔ جذبات، ڈرامہ، سسپنس اور ایکشن سے بھرپور یہ کرائم شوز انسان کو تفریح کا سامان ضرور مہیا کرتے ہیں مگر ملک میں بڑھتے ہوئے جرائم کے واردات کے بھی سبب ہیں۔

ڈرتے ہیں تو پھر کرائم شوز کو کیوں پسند کرتے ہیں؟ یہ ایک معمہ بن گیا ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ لوگ کرائم سے ڈرتے ہیں یہی ان شوز کی مقبولیت کی وجہ ہے۔ لوگ کرائم شوز خاص طور پر اس لئے دیکھتے ہیں کہ ان کی زندگی میں ایسا کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا کریں۔ مجرمانہ کارروائی میں پھنس جائیں تو کیسے باہر آئیں وغیرہ۔ کرائم شوز دکھانے والوں کا کہنا ہے کہ ان شوز میں دکھایا جاتا ہے کہ آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ہم ان کرائم شوز میں ہی انڈنگ (Happy Ending)

دکھاتے ہیں اچھائی کی راہ پر کامیابی دکھاتے ہیں غنڈوں اور مجرموں کو سزا دی جاتی ہے اور ملزم کو انصاف ملتے ہوئے دکھایا جاتا ہے لوگ اس کہانی کو کامیاب کہانی تصور کرتے ہیں اور تعریف کے پل باندھنے سے نہیں تھکتے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ لوگ کرائم شوز دیکھنے کے بعد کئی دنوں تک خوف و ہراس میں مبتلا رہتے ہیں اور خوش بھی رہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایسے واردات پیش نہیں آئے! زمانہ خراب ہے مگر ہم ابھی تک صحیح و سالم ہیں۔

کرائم شوز کی مخالفت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس سے کرائم کے پھیلاؤ میں مدد ملتی ہے شاطرانہ دماغ رکھنے والے لوگ کس طرح جرم میں پکڑے جاتے ہیں اور پھر کس طرح پینٹرے بدلنے سے بچ جاتے ہیں یہ وہ انہیں شوز سے سیکھتے ہیں مگر کرائم شوز سے کمائی کرنے والے جیننس کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ رہا ہے کہ ان شوز سے عوام میں ان جرائم سے بیداری پیدا ہوتی ہے اور انہیں سماج میں بڑھتے ہوئے جرم سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ ان شوز میں دکھائی جانے والی اکثر کہانیاں من گھڑت ہوتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ حقیقی کہانی کا دعویٰ کرنے والوں کی کہانیاں بھی ایکشن، ساؤنڈ اور ایفکس کی مریج مسالہ سے

اقبال کا پیام طالب علم کے نام

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ، کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

امام احمد رضا اور تصور عشق مصطفیٰ ﷺ

محمد نورانی رضا رضوی

امام احمد رضا علیہ الرضا والرحمة ایک وسیع المنظر مدبر، عشق رسول ﷺ کا پیکر، اپنے وقت کا ممتاز فقیہ، علم و عرفان کا بہتا سمندر، جس نے دنیا کو عشق مصطفیٰ کا پیغام دیا، کفر و ارتداد و الحاد سے امت مسلمہ کو بچایا، ایمان کی روشنی دی، کفر کی ظلمت کو چھانٹا، بے دینی کا پردہ چاک کیا، صراط مستقیم پر امت رسول کو گامزن کیا، عظمت رسول کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا، ناموس رسالت کے لئے اس نے اپنی جان کی پرواہ تک نہ کی، رب کائنات کی شان میں توہین آمیز کلمات کہنے اور لکھنے والوں کو اس نے اپنی جلالت کے نیزے کی نوک سے ساکت کر دیا، رسول اللہ ﷺ کی جناب اقدس میں گستاخانہ لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کی زبانیں اس نے اپنی قلم کی تلوار سے کاٹ کر پھینک دی، محبان عشق رسول اور عاشقان رسول ﷺ کے قدموں تلے اس نے اپنا دل بچھونے کی طرح بچھایا، آل رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنا عمامہ برسر عام اس کے قدموں پر رکھا اور اسکی پاکی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ جس کا وجود لقائے محبوب میں گم تھا، اپنے آقا کے وفاداروں کے لئے وہ پھول سے بھی زیادہ نرم اور شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا، آقا و مولیٰ کے گستاخوں کے لئے وہ لوہے سے بھی زیادہ سخت اور آگ سے بھی زیادہ گرم تھا، خداداد صلاحیتوں نے اسے ہمیشہ غالب و فتح مند بنایا، وہ علم لدنی کا حامل تھا، وہ فقیہ تھا، عالم تھا، حافظ تھا، قاری تھا، مفتی تھا، مناظر تھا، مجتہد تھا، مستبیط تھا، مفسر تھا، مناظر تھا، مصنف تھا، مجدد تھا، ماہر فن تھا، ادیب تھا، شاعر تھا، معلم العلماء تھا، ہادی

امت تھا، مفکر ملت تھا، مدبر امت تھا، فتنوں کی آندھیوں کے سامنے مستحکم قلعہ کی مانند قائم رہا، جس نے الزامات و افتراءات کے زہریلے تیر اپنے سینے میں جھیلے، لیکن امت مسلمہ کو عشق رسول ﷺ کے شاداب اور مہکتے پھول دیئے، تاریک دلوں میں شمع عشق رسالت روشن کی، محبت رسول ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے، کا پیغام دنیا کو دیا، جس کی زندگی کا سرور تعظیم رسول، جس کے دل کا قرار نعت رسول، جس کے وجود کا ہر رونگٹا محو ثنائے رسول، حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے وقت اس نے یہ نہ دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ صرف شریعت کا ہی لحاظ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس جلیل القدر فقیہ نے بہت سے گروہوں سے دشمنی مول لی، کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں نہ لایا، اسے ضرورت بھی کیا تھی کیوں کہ وہ عاشق رسول تھا، محبت رسول تھا، فدائے رسول تھا، طالب رسول تھا، سائل رسول تھا، گدائے رسول تھا، رضا جوئے رسول تھا، فنا فی الرسول تھا، معین دین رسول تھا، محافظ ایمان امت رسول تھا۔

”انما یخشى الله من عباده العلماء“ پر کامل عمل کرتا ہوا خشیت الہی سے کانپتا ہوا ”ان اکرمکم عند الله اتقاکم“ سے مستفید و مستفیض ہو کر تقویٰ اور پرہیز گاری کا اسوۂ حسنہ لیکر ”حتیٰ اکون احب الیہ“ سے جذبہ محبت اخذ کر کے ”الا لا ایمان لمن لا محبة له“ کی صدا بلند کرتا ہوا، آقا و مولیٰ کی عظمت و محبت میں سب کچھ نثار کرتا ہوا ”موتوا قبل ان تموتوا“ کے کیف میں شرسار ہو کر ”مورا تن من سب پھونک دیا“ کہہ کہ ”یہ جان

بھی پیارے جلا جانا، کی تمنا کرتا ہوا ”کروں تیرے نام پہ جاں فدا“ کا لولہ اور جذبہ لے کر دنیا میں رہا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی عظمت شان بیان کرنے کی تمنا میں اسکا دلکش تصور دیکھ کر بے ساختہ زبان سے درود و سلام جاری ہو جاتا ہے اور اس عاشق صادق کے ہمراہ ہم بھی یہی کہہ اٹھتے ہیں کہ:

کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور
بھجیں سب انکی شوکت پہ لاکھوں سلام
اور آخراں عاشق صادق کی تمنا اس طرح برآئی کہ....

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ اس کے لئے جاں افزاں
اور روح پرور تھا، یہاں کی ہر شئی اس کے لئے محبوب، محترم
، معظّم، مخدوم اور قربان ہونے کے لائق تھی۔ ارے! وہ تو
اپنے آقا کے مقدس بلد کے سگان در کی خدمت میں اپنے
دل کا ٹکڑا بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے ہمیشہ آرزو مند رہا
اور یہاں تک کہہ دیا کہ:

پارہ دل بھی نہ نکلا تم سے تحفہ میں رضا

ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

نعت گوئی کی راہ میں اس نے مداح رسول ﷺ حضرت
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار
کیا۔ اسی نقش قدم پر چلتے چلتے اس نے ”حسان الہند“ کا
لقب پایا۔ قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا اور کہا
کہ..

اے رضا خود صاحبِ قراں ہے مداح حضور

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

اس کا نام ایسا بلند ہوا کہ معیارِ اہلسنت بن گیا، حق و باطل کے

درمیان اس کا نام ”فاروق“ کی حیثیت حاصل کر گیا۔ اس
کے قلم میں ”جلالت فاروقی“ اور ”شجاعت حیدری“ کی
جھلک نظر آتی ہے اور وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے
گستاخوں کو اپنے قلم کی براندازی سے آگاہ کرتے ہوئے یہ
کہتا ہے کہ...

کلکِ رضا ہے خجرِ خونخوار برق بار

اعداسے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں!!

مخالفین کو اہل دولت و ثروت کا تعاون حاصل تھا، حکومت کی
پشت پناہی میسر تھی، سیاسی جماعتوں کی حمایت شامل حال تھی
اس کے باوجود وہ اس کا بال تک بکا نہ کر سکے، وہ ان اہل
دولت و ثروت و صاحب اقتدار لوگوں کے سامنے کبھی نہیں
جھکا، نہ انکی مدح و ثنا کی بلکہ یوں گویا ہوا...

کروں مدحِ اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

فقیہ واحد کی جلالتِ شان کے ساتھ ”اشد علی
الشیطان“ کے معاملے میں وہ ”من الف عابد“ یعنی کہ
ہزاروں عابدوں کے بجائے لاکھوں عابدوں سے بھی شیطان
پر بھاری تھا، شیاطینِ دہر کے لئے وہ اکیلا ہی کافی تھا، کیوں کہ
وہ ”یبعث لہذہ الامۃ“ کے تحت دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ اس
نے ”من یجدد لہا امر دینہا“ کی خبر کو ثابت کر دیا۔ ادیانِ
باطلہ کے عقائد و نظریات کی اس نے دھجیاں اڑا دیں، گمراہیت
اور بے دینی کی آندھی کے سامنے وہ ڈٹ کر جما رہا، اس کے
پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہیں آیا، ملت کی ناؤ کو
مخبرہار سے نکال کر طوفانی موجوں اور مخالف ہواؤں کے
تھپڑوں سے بچا بچا کر سلامتی کے ساتھ کنارے تک لایا۔

پھیلے گی نہ یوں کب تک آفاق میں بوتیری!!!!

گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغامِ صبا تیرا

اھانت رسول کا ہیبت ناک انجام

محمد شہزاد شیخ

کارٹون بنانے والوں کی خدمت بھی حاصل کی تھی۔ جب مردود ایڈیٹر شار بوریز اور دیگر کالم نگاروں نے دوبارہ اس قسم کی غلطی کی تو خدا کے عذاب کے طور پر خبر کے مطابق دو مسلمان نوجوانوں نے دن دھاڑے اس کے دفتر پر (AK 47) سے گولیوں کی بارش کرتے ہوئے اسے مع اسکے چند ساتھیوں کے کیفر کردار تک پہنچایا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آج غیر قوموں نے اس حملے کی ایک طرفہ مذمت کی اور حقیقت پسندی اور صداقت کی بنا پر اس ایڈیٹر اور دیگر کالم نگاروں کے خلاف نہ کسی نے آواز اٹھائی نہ حکومت کی طرف سے کوئی مقدمہ دائر کیا گیا اسی لئے تو کسی حقیقت پسند نے کہا تھا کہ:

کیا واقعی ہر اک گل ترخون سے تر ہے
یاد دیکھنے والوں کی نظر خون میں تر ہے!

جب کہ دنیا کے اکثر ممالک نے اپنے اپنے ممالک کے قانون کی رو سے لوگوں کو ان کے حقوق دیئے ہیں چاہے وہ انفرادی لحاظ سے ہوں یا اجتماعی لحاظ سے یا پھر مذہبی لحاظ سے، کسی مائی کے لعل کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کے حقوق کو پامال کرے یا اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے پھرے۔ اور اسی طرح بھارتی دستور (Indian Constitution) میں بھی اس قسم کے قانون مندرج ہیں۔ لیکن افسوس کہ تعصب کی بنا پر آج اسلام کے ماتھے پر دہشت گردی کا کلنک زبردستی تھوپا جا رہا ہے اور اگر کوئی مسلمان جذبات اور غصے سے مغلوب ہو کر مخالفین کے خلاف ہتھیار اٹھاتا ہے تو ایسا کرنا ایک لحاظ سے غلط ہے کہ وہ لوگوں میں دہشت گردی پھیلانے کی کوشش میں لگا ہے۔ اور اپنے حریف کے قتل یا اس کی بے عزتی سے اپنے قلب کی تشنگی

جب انسانیت کی کشتی ظلم و ستم کے گھٹا توپ ظلمتوں کے بحر بیکراں میں ہچکولے لے رہی تھی اس وقت سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کا مسیحا بن کر اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بن کر حضور کائنات اس دار گیتی پر اپنی تمام تر حسن و رعنائی کے ساتھ جلوہ فگن ہوئے۔ اور انسانیت کو ان تمام برائیوں سے نجات دلا کر پاکدامنی اور بلندی کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا اور ساتھ ہی ساتھ انسانیت کو اس کے تمام حقوق سے باور کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق کی پامالی کی حرمت بھی بتائی۔ وہ سرزمین فرانس جس نے کبھی اس بنا پر فخر محسوس کیا تھا کہ اس کے سینے پر اسلام کے علمبرداروں نے قدم رنجا کیا تھا۔ آج اسی سرزمین کی کوکھ سے ایسے دریدہ دہن اور فتنہ پرداز پیدا ہو رہے ہیں جو نبی آخر الزماں کی ذات اقدس کا کارٹون بنا کر آپ کی شان میں گستاخیوں کے پل باندھ رہے ہیں۔ وہی شخصیت جن کے ماننے والوں اور عقیدت مندوں کے طفیل اس سرزمین نے فخر سے کبھی اپنا سینہ دراز کیا تھا۔ آج اسی نبی کی کارٹون سازی جیسے گستاخانہ فعل نے اسلام کی روح کو جھجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

فرانس کے دارالحکومت پیرس سے شائع ہونے والی مزاحیہ و طنزیہ میگزین شارلی ایبدو (Charlie Hebdo) جس کے بے لگام زبان دراز ایڈیٹر شار بوریز نے حال ہی میں نبی اکرم ﷺ کا کارٹون بنا کر مسلمانوں کو طیش و غضب دلایا تھا۔ اس سے قبل گزشتہ سال ۲۰۰۶ء میں اسی طرح کی گھناؤنی حرکت کرنے کی بنا پر اسے جان سے مارنے کی دھمکی بھی موصول ہوئی تھی جس کے سبب حکومت فرانس نے اسے سیکورٹی بھی فراہم کی تھی۔ اور اس دفتر نے اسی طرح کے

کسی نے پوچھا:
”ماں کیا ہے اور کون ہے؟“

سمندر نے کہا ”ماں ایک ایسی سیپ
ہے، جو اولاد کے لاکھوں راز اپنے سینے میں چھپا لیتی
ہے۔

بادل نے کہا ”ماں ایک دھنک ہے،
جس میں ہر رنگ نمایاں ہوتے ہیں۔

شاعر نے کہا ”ماں ایک ایسی غزل
ہے، جو ہر سننے والے کے سینے میں اترتی چلی جاتی
ہے۔

مالی نے کہا ”ماں باغ کا وہ پھول ہے
جس سے باغ کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اولاد نے کہا ”ماں ممتا کی داستان ہے
جس کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔

اللہ نے کہا ”ماں میری طرف سے قیمتی
اور نایاب تحفہ ہے۔

محمد شاد مان عالم

اور سکون کا سامان مہیا کر رہا ہے، تو دوسرے لحاظ سے اس کا غیر
مسلمین کے خلاف ہتھیار اٹھانا درست بھی ہونا چاہئے تھا کیوں
کہ کسی کو بھی کسی کے مذہب کے خلاف بولنے کا حق نہیں چاہے
وہ اپنے اپنے نظریات اور خیالات کے اظہار کی آزادی ہی
کیوں نہ ہو اسی طرح کسی کے مذہبی قائد یا اس کے مذہب کے
خلاف لب کشائی کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح اگر کوئی نبی
آخر الزماں کا کارٹون بنا کر ان کی توہین کرنے کی جسارت
کرے تو کوئی بھی مسلمان ان دریدہ دہنوں کے خلاف ہتھیار
اٹھانے میں حق بجانب ہے۔

حکومت وقت اس کس قسم کی گستاخی کرنے والوں کی
سختی سے پکڑ نہ کرنے کہ وجہ سے آج بھی کئی ملعون توہین آمیز
کلمات اسلام اور حبیب جبار کی شان میں گستاخی کی جسارت کر
رہے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے ڈنمارک میں بھی اس قسم کے
فعل بدرو نما ہو چکے اور یہ حقیقت ہے کہ نبی کی شان میں گستاخی
کرنے والے تو ہمیشہ رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں مگر میرے
محبوب کی شان اتنی ہی نکھری ہے جتنا ان کا چرچہ کیا گیا۔



محمد افسر شیخ

مینجنگ ایڈیٹر

دومانی صدائے ہدی

دل والوں کی یازہرا گلنے والوں کی؟

سیاست

کرنے میں ان کے درمیان زمین و آسمان کی طرح کوسوں دوریاں نظر آتیں ہیں۔ دونوں میں دشمنی کی نوبت کیوں آ جاتی ہے، دونوں ایک دوسرے میں کیڑے کیوں نکالنے لگ جاتی ہیں۔ ہاں ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ کام کرنے کا طریقہ بلاشبہ الگ الگ ہو سکتا ہے لیکن جب سب کی منزل مقصود ایک ہی ہو تو پھر یہ زہر افشانی، تو تو میں میں کی رٹ، لفظی جنگ اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے پر تنقید اور الزام تراشی کیوں؟ کیوں نہیں یہ سیاسی پارٹیاں متحد ہو کر سمندر بن جاتی ہیں جو اپنے اندر نہ جانے ہزاروں قسم کی غلاظت کا ذخیرہ جمع کر کے بھی ہم جیسے حیوان ناطق کو بھرپور فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ وہ اس کا کبھی شکوہ کرتی ہے نہ کوئی گلہ اسلئے ہمارے سیاسی رہنماؤں کو چاہئے کہ وہ کثرت میں وحدت کی عملی تصویر بن کر تن من دھن اور لگن کے ساتھ عوام اور وطن عزیز کی خدمت میں مصروف ہو جائیں۔

مودی اور عام آدمی کے درمیان جاری لفظی جنگ نے جنوری کی اس شدید سردی کو بھی مات دے رکھی ہے۔ دہلی اسمبلی الیکشن میں سیاسی پارٹیوں کے درمیان پایا جانے والا یہ ایک ادنیٰ سانمونہ ہے۔ ملک بھر میں اس طرح کے نمونے آج سے نہیں بلکہ آزادی کے بعد سے ہی تقریباً ہر روز نت نئے رنگ و روپ میں ہماری نظروں کے سامنے جلوہ گر ہو کر نکھڑ جاتے ہیں اور ہم ہندوستانی جسے عام آدمی یا عوام کہا جاتا ہے کو اپنی معمولی اور سادہ زندگی گزارنے کے لئے روزی روٹی کمانے سے فرصت ہی نہیں ملتا کہ یہ سوچیں کیا یہ

دہلی اسمبلی الیکشن لڑنے کی تیاری پوری طاقت سے کی جا رہی ہے۔ جوں جوں الیکشن قریب آ رہا ہے تمام پارٹیاں خواہ قومی ہوں یا علاقائی خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے خلاف زہرا گل رہی ہیں۔ ہر پارٹی امید کر رہی ہے کہ جیت اسی کی ہوگی۔ خیر جیت کس کی ہوگی اور کون شکست کھائیگا یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کیونکہ ابھی چناؤ ہونا اور اسکے نتائج آنا باقی ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ یہ پڑھ رہے ہوں اس وقت تک چناؤ بھی ہو جائے اور ہار اور جیت کا فیصلہ بھی۔

جس طرح ملک کی سیاست اقداروں اصولوں سے عاری ہو چکی ہے۔ اس کا اثر اس سے قبل مہاراشٹر، ہریانہ، جھارکھنڈ اور جموں و کشمیر جیسی ریاستوں کی انتخابی مہم میں دیکھنے کو ملا اور وہی سب کچھ یا یہ کہیں کہ اس سے زیادہ تو مبالغہ نہ ہوگا دہلی میں ہونے والے اسمبلی الیکشن کی ریلیوں میں دیکھنے اور سننے کو مل رہا ہے۔ جس طرح ہندوستان کی آزادی کے بعد سے سیاسی جماعتوں اور قائدین کی معیار میں دن بدن گراوٹ دیکھنے کو مل رہی ہے، ٹھیک اسی طرح انتخابی مہم بھی تنزل کا شکار ہو گئی ہے۔ میری طرح اور بھی لوگوں کو آج تک یہ موٹی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب سبھی سیاسی جماعتیں صرف اور صرف عوام کی خدمت اور وطن کی فلاح و بہبود کے کام کرنے کے لئے وجود میں آئی ہیں اور اسی کے لئے جیتی اور مرتی ہیں جیسا کہ وہ خود ان باتوں کے دعویدار ہیں تو پھر کیوں اس ”نیک کام“

لوگ جنہیں ہم نے اقتدار سونپا ہے کیا وہ اسکے اہل ہیں یا نہیں؟۔ جب الیکشن آتا ہے تو یہ ہندوستانی عوام آج کے چالاک، دغا باز، حرام خور، مکار اور جھوٹے نیتاؤں کی میٹھی میٹھی اور بھولی بھالی باتیں سن کر، شراب کی بوتلیں دیکھ کر، ساڑیوں کی چمک دمک میں کھو کر، پیسوں کی لالچ میں آکر جسے پاتے ہیں بنا سوچے سمجھے اپنا پیدائشی حق یعنی ووٹ (Vote) کا ناحق استعمال کر دیتے ہیں اور ہوش تب آتا ہے جب یہ انکی ہی جھک یا یہ کہنے کہ بینڈ بجاتے ہیں۔

۱۰ جنوری سنچر کومرکز کی برسر اقتدار پارٹی بی جے پی نے اپنے انتخابی مہم کا آغاز رام لیلا میدان سے کیا عام آدمی پارٹی کے قائدین کو بہترین احتجاجی اور ان سے کہا کہ وہ نکسلاٹ گروپ جوائن کر لیں کیونکہ یہ گروپ بھی ان کی طرح احتجاج کرنے میں مہارت رکھتا ہے جیسے بے ہودہ اور تمسخرانہ انداز سے آغاز کیا۔ اس مضحکہ خیز اور بکچڑا چھالیتی حرکت کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اروند کجریوال نے کہا کہ ہماری ۴۹ دن کی کارکردگی دھرنے سے کہیں بہتر تھی اور یہ کہ ہم نے جو کچھ ۴۹ دنوں میں کر دکھایا ہے مودی سرکار نے اب تک وہ کارنامہ ۷ ماہ میں بھی نہیں کیا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے اسے عوام جانتی اور مانتی ہے ہم نے بخوبی اور اچھے ڈھنگ سے اپنا کام انجام دیا ہے۔

گرچہ ملک گیر سطح پر بی جے پی کے ستارے عروج پر ہیں مگر اس پارٹی کی دہلی میں جیت درج کر اپنا ایک مشکل امر ہے کیونکہ جب پچھلے سال الیکشن ہونے والا تھا تو رام لیلا سے ہی اپنی مہم کا آغاز کرنے والی اس بی جے پی کی مہم میں تقریباً ایک لاکھ عوام نے شرکت کی تھی اور فی الحال ہوئے جلسے میں صرف اور صرف ۳۵ ہزار سے بھی کم لوگوں نے شرکت کر کے بی جے پی کے قائدین کو اسکی وجہ تلاش کرنے پر

مجبور کر دیا ہے۔ یہ تخمینہ کہ بی جے پی کی دہلی میں جیت مشکل بس یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی اور بھی بہت ساری ایسے وجوہات ہیں جو بی جے پی کو شکست کا مزہ چکھا سکتی ہے۔ لوگ سبھا الیکشن سے قبل عوام سے جو وعدے کئے تھے ان میں سے کیا پورا کیا؟ ان کی حکومت اپنے سات ماہ مکمل کر چکی ہے اور مودی جی ہیں جو صرف غیر ملکی دوروں کا مزہ لوٹ رہے ہیں۔ ان کی اس حرکت سے ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ ملک کے وزیراعظم نہیں بلکہ وزیر خارجہ ہوں۔ مودی نے پھر سے دہلی الیکشن میں بھی ترقی، بجلی اور پانی جیسے مسئلوں کا حل کرنے کا وعدہ ضرور کیا ہے مگر عوام شاید کہہ رہی ہے کہ ہمیں جھوٹے وعدوں سے دھوکا دینے کی کوشش بند کی جائے، ہم نے دیکھ لیا ہے کہ سب کا ساتھ سب کا وکاس، اچھے دن آنے والے ہیں، ترقی اور سب سے بڑھ کر کرپشن کا خاتمہ جیسے نعرہ لگا کر مودی اور اسکے وزراء (Ministers) صرف اپنے اچھے دن آنے کی خوشی میں عیش پرستی میں مشغول ہیں اور اپنا الوسیدھا کرنے میں لگے ہیں انکو ہماری نہیں بلکہ اپنے مفاد کی چنتا ہے یعنی یہ کہ انتخابی مہم چلانے کے لئے مودی کو ۱۰ ہزار کروڑ روپیہ دینے والے انڈسٹریلسٹس (Industrialists) کو فائدہ پہونچانے اور اپنا جیب گرم کرنے کی فکر ہے۔ مودی عوام کے لئے نہیں بلکہ آرائیس ایس کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں اسی لئے تو بھگواتنظیموں کی جانب سے چلائی جا رہی جبری تبدیلی مذہب بنام گھرواپسی پر ریڈیو، چیلنوں، ریلیوں، جلسوں، پارلیمنٹ اور میڈیا کے سامنے شتر بے مہار کی طرح بات کرنے والے مودی کی زبان پر تالا کیوں ہے؟ اتنا ہی نہیں یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کا پلان اور سب سے بڑھ کر دہلی کا نام بدل کر اسے اندر پرستھ یا ہستنا پور نام دینے کا منصوبہ اور فی الحال ہی

جھارکھنڈ اور جموں و کشمیر کے اسمبلی انتخابات کے نتائج اس بات پر دال ہیں کہ بی جے پی کی کشتی بھنور میں نہ سہی مگر ڈمگ ضرور رہی ہے۔

بی جے پی نے اپنے مہم کا آغاز سیدھا آپ پارٹی پر زہرا لگتے ہوئے کیا جو اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بی جے پی بھی پرکشش، مونچھ والے سیدھے سادھے اور ہاتھ میں جھاڑو تھامے ہوئے مرد آہن کی زیر قیادت عام آدمی پارٹی کی مقبولیت اور اسکے صاف و شفاف ۴۹ دن کے کارنامے سے خوف زدہ ہے۔ اس انتخابی ریلی میں کانگریس کا کہیں بھی وجود نظر نہیں آ رہا ہے یا پھر یہ کہ اسے جان بوجھ کر میڈیا نظر انداز کر رہی ہے۔ سیاسی مبصرین اور ایگزٹ پول کے مطابق اروند کجریوال اپنے باہمت اور پڑھے لکھے نوجوان طبقے کو ساتھ لیکر دوبارہ حکومت کی کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں۔

بی جے پی اور عام آدمی پارٹی کے درمیان کھینچا تانی کا سلسلہ یوں تو پچھلے سال کے انتخابات کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا مگر یہ کھینچا تانی عام آدمی کی کانگریس کے ساتھ اتحاد اور حکومت بنانے کے بعد کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ جو بعد میں موقع و مناسبت سے نرم گرم رنگ اختیار کرتی رہی لیکن اب جب دہلی کا اسمبلی الیکشن شباب پر ہے اور بی جے پی ہر حال میں اسے جیتنا چاہتی ہے تو اس میں شدت دیکھنے کو مل رہی ہے۔

پچھلے پندرہ سالوں سے سرزمین دہلی پر اپنی جیت کا جھنڈا گاڑنے والی کانگریس پارٹی سال ۲۰۱۵ میں کچھلی ناکامیوں اور شکست کو بھلا کر جیت کے ساتھ سال کا آغاز کرنے کی تیاری میں ہے۔ دہلی انتخابی مہم کی کمان اچھے ماکن کو سونپی گئی ہے۔ کانگریس میں نئے چیزوں کی شمولیت

اور وزیراعظم مودی کے کڑحامی رام ویرشوقین اور ان کی اہلیہ پارٹی بدل کر کانگریس کے خیمہ میں داخل ہو گئے ہیں جس سے کانگریسیوں کی جیت کی امید اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ رام ویرشوقین کا کہنا ہے کہ پچھلے سات ماہ میں حکومت کی کارروائی دیکھ کر میرا دل بدل گیا اس لئے اب میں پارٹی بدل رہا ہوں۔ دہلی انتخابات میں قومی پارٹیوں میں بی جے پی، بی ایس پی، سماج وادی پارٹی اور کانگریس قابل ذکر ہیں جبکہ علاقائی جماعتوں میں صرف اور صرف عام آدمی پارٹی ہی اس ریس میں جیتنے کی مضبوط دعویٰ دار ہے۔

ایک سال کے پریسیڈنٹ رول میں رہنے والی دہلی میں انتخابات کا بگل بجا دیا گیا ہے راجدھانی میں ۷ فروری کو ووٹنگ ہو گی جس میں ۷۰ امیدوار کو لکھنؤ اسمبلی (Legislatve Assembly) کے طور پر چنا جائیگا جس کا فیصلہ ۱۱-۱۲ پولنگ اسٹیشن پر ۳۰۔۳۰ کروڑ ووٹس اپنے خیالات اور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کریں گے۔ چیف الیکشن کمشنر وی ایس سمپٹھ نے پیر کے دن الیکشن کی تاریخ کا اعلان کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ دہلی میں الیکشن کی تیاری زوروں پہ ہے اور مزید یہ کہا دہلی میں پچھلے الیکشن کے وقت دیگر ریاستوں میں بھی الیکشن ہو رہا تھا۔ مگر اس بار صرف دہلی میں ہے اس لئے تمام پارٹیوں نے اپنی تمام تر توجہ اسی جانب لگا رکھی ہے۔ ۱۴ جنوری سے شروع ہو کر ۲۱ جنوری تک پیر نو مینیشن کرنے کی آخری تاریخ طے کی گئی ہے اور نتائج کا اعلان ۱۰ فروری کو ہوگا۔ اب دیکھنا یہ دل چسپ ہوگا کہ آیا دہلی دل والوں کی ہوتی ہے یا پھر ملک بھر میں ہندو تو اور زہرا لگنے والوں کی۔

شماره نمبر 1

بن سکتی۔ شرک عالم فطرت میں تحقیق کرنے پر دیوار آہن بنا ہوا تھا۔ مگر جب اسلام نے شرک کو مغلوب کر کے توحید کا درس دیا تب فطرت کی تحقیق کا راستہ ہموار ہوا۔ اسلام نے اس ذہن کو فروغ دیا کہ خدا صرف ایک ہے اور باقی تمام چیزیں اسکی مخلوق ہیں اور دانشمندی اسی میں ہے کہ مظاہر کی ان چیزوں کو دیکھ کر خدا کی معرفت حاصل کرے نہ کہ اسی کو اپنا معبود سمجھ بیٹھے۔ توحید کی ان تعلیمات سے وہ تمام تر قیام منظر عام پر آئیں جو قدرت پر فتح کے نتیجے میں انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم سائنس کی پسماندگی شرک کی وجہ سے تھی اور جدید سائنس کا دار و مدار توحید کی بنیاد پر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام دنیا کو صرف سائنس کا علم دینے نہیں آیا تھا مگر اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اگر اسلام جلوہ گر نہ ہوتا تو سائنس کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند رہتا۔ توحید کی بنا پر جو فکری انقلاب (Intellectual Revolution) آیا اسی نے سائنسی تحقیقات کا بیج بویا تھا۔

مسلمانوں کا عروج

اسلام کی آفاقی تعلیمات کو سینے سے لگانے والے مسلمان ایک ہزار سال تک وہی حیثیت کے حامل رہے جو آج روس اور امریکہ کو حاصل ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ساری دنیا پر تھا۔ مسلمان پورے عالم میں علم و تہذیب کے تنہا مالک تھے۔ عربی زبان دنیا کی واحد علمی زبان تھی۔ اپنی تحقیقات اور یونانی اور دیگر علوم کے ترجمے سے مسلمان سائنس و فلسفہ میں دنیا کی امامت کر رہے تھے۔ اور ساری دنیا کے لوگ اکتساب علم اور اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کے لئے اسلامی علمی مراکز دمشق، بغداد، غرناطہ اور قرطبہ کی جانب ٹھیک اسی طرح رخت سفر باندھتے تھے جس طرح آج

اعلیٰ تعلیم کیلئے امریکہ اور یورپ کے شہروں کی جانب رخ کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں کا یہ علوم و فنون کا دور دورہ تھا اس وقت پورے یورپ پر ڈارک ایجس (dark ages) کے سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں مسلمان کی طاقت عروج پر تھی اور ہر فن میں دوسری قوموں سے کافی حد تک آگے بڑھ گئے تھے۔ اسی لئے ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار رقمطراز ہے۔ The term "dark ages" cannot be applied to the splendid Arab culture which spread over North Africa and into Spain. یعنی: عرب کی شاندار ثقافت جو شمالی افریقہ اور اسپین میں پھیلی ہوئی تھی اس پر ڈارک ایجس کا لفظ نہیں بولا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کہ مسلمان اس زمانے میں ترقی کی اوج ثریا پر پہنچے ہوئے تھے جب کہ اس زمانے میں یورپ پر اندھیرا اچھایا ہوا تھا۔ اس دور نے مسلمانوں کو جابر بن حیان (Geber)، یعقوب بن اسحاق الکندی (Alkindus)، ابو عبد اللہ البطانی (Albategnius)، ابن سینا (Avicenna)، ابوالنصر الفارابی (Al-Pharabius)، زکریا الرازی (Rhazes)، موسیٰ الخوارزمی (Algorizm)، ثابت بن قراء (Thebit)، علی بن ربان الطبری، ابو الحسن علی المسعودی، ابوالقاسم الظہری (Albucasis)، ابن البیضاء، ابن النفیس، ابوحامد الغزالی (Algazel)، جیسے مایہ ناز سائنسدانوں کو پیدا کیا۔ علم کیمیا صرف چاندی سے سونا بنانے کے خبط کا نام تھا۔ مگر خالد بن یزید بن معاویہ نے اسے ایک طبعی علم ٹھرایا۔ عباسی خلافت میں اس علم کو اور مزید فروغ دیا گیا۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی غفلت

علوم و فنون میں دنیا کی امامت کرنے والے مسلمان آخر دور جدید میں زوال کی منزلیں کیوں طے کر رہے ہیں؟ اور ڈارک ایجنس میں زندگی بسر کرنے والے یورپی آج ترقی کی چوٹی پر کیسے پہنچ گئے؟ ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے والے کے لئے یہ بات نکھر کر سامنے آئے گی کہ جب تک خلافت عربوں کے ہاتھ میں مسلمانوں نے علمی اور سیاسی میدان میں کامیاب رہے مگر جوں ہی خلافت کا تخت ترکوں کے ہاتھ میں آیا تو مسلمان سیاسی میدان میں بے مثل رہے مگر علمی میدان میں کمزور ہوتے چلے گئے۔ اسلامی سلطنت کا مرکز بغداد سے آستانہ ہو گیا۔ اسلئے کہ عرب علم کی قدر کرتے تھے اور علماء پر درہم و دینار کی بارش کر کے انہیں ہر طرح کی سہولیات مہیا کرتے مگر ترک انہیں علماء کو اپنے خطرے کا باعث سمجھ بیٹھے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی آخری خلافت عثمانیہ رہی اسکے بعد کوئی خلافت کرۂ ارض پر نمودار نہ ہوئی۔ مسلمان اپنے ہاتھوں سے علم کی لازوال دولت کھو چکے تھے۔ مگر تاریک فضاؤں میں بسنے والے یورپی مسلمانوں کو صلیبی جنگ میں شکست دینے کی تاب نہ توڑ کوششیں کی۔ ۱۰۹۵ء سے لیکر ۱۲۷۰ء تک تقریباً آٹھ صلیبی جنگیں (Crusade Wars) ہوئی مگر سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں ہر جنگ میں ہزیمت پر ہزیمت دی۔ مسلمان جب منجنيقوں سے آگ کے گولے ان پر برساتے تھے تو عیسائیوں کو خوف و ہراس میں ایسا ظاہر ہوتا کہ کوئی زہریلہ اثر نہ اپنے منہ سے آگ کے شعلے پھینک رہا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے پاس علم کا وہ بیش بہا ہتھیار تھا جس سے عیسائی پر لڑنے والی ہوجاتا تھا۔ مسلم قوم علم ریاضی، علم کیمیا، علم فلکیات پر دسترس رکھتی تھی۔ مگر

عیسائیوں کے پاس (Greek Fire) کے علاوہ اور کوئی مضبوط ہتھیار نہیں تھے۔ عیسائیوں نے کبھی مسلمانوں کو شراب دے کر درغلانے کی کوشش کی تو کبھی حسین و جمیل برہنہ دوشیزاؤں کے ذریعہ انکے ایمان کو لوٹنے کی سعی کی۔ مگر عیسائیوں کے تمام منصوبے طشت از بام ہوئے۔ آخر انہوں نے اپنا طریق کار بدل دیا جنگ و جدال کو چھوڑ کر روحانی جنگ (Spritual Crusade) کا حربہ استعمال کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ ہمیں عربی زبان سیکھنی ہے اور مسلمانوں کے علوم کو پڑھ کر انہیں اسی نیزہ سے شکست دینا ہے جس نیزہ سے ہم شکست کھاتے آرہے ہیں۔ مسلمانوں کے علم کو چھیننے کی انہوں نے بے حد کوشش کی۔ یورپ کی ہر تعلیم گاہوں میں انہوں نے اسلامی کتب کو داخل کروا دیا۔ عربی اسلامی کتب کا ترجمہ اپنی زبان میں بڑے زور و شور سے ہوا حتیٰ کہ کلیساؤں کے پوپ خوف کھائے کہ کہیں عیسائی اسلام کو قبول تو نہیں کر رہے ہیں۔ اسی دور کو انہوں نے نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا نام دیا نہ کہ مسلمانوں کی تقلید یا اتباع قوم مسلم۔ ایک طرف سولہویں صدی کی نشاۃ ثانیہ پورے یورپ کی کایا پلٹ رہی تھی تو دوسری جانب مسلمان طاقت و سیاست کے نشے میں مخمور ہو کر علم کی دولت سے محروم ہوتے چلے گئے۔ عیسائی مشنریز نے اس میں بہت زیادہ تگ و دو کی۔ پھر یہی عیسائی مسلمانوں کی عطا کردہ علمی دولت سے لیس ہو کر دنیا کی طرف پلٹ آئے تو مسلمان یورپ کی ترقی اور عروج سے متاثر ہو کر یورپ کی زبان اور علوم سیکھنے کا رجحان پیدا ہوا۔ مگر طرز تعلیم بدل گیا مسلمان یورپ کے رنگ میں رنگ گئے۔ لہذا مسلم لیڈران کی قیادت نے مسلمانوں کو یورپ کا غلام بنا دیا۔ ہندوستان میں سرسید احمد خان جو پہلی جدت پسند کے بانی (Modernist)

مسلمان مغربی علوم اس لئے سیکھیں کہ اسکے ذریعہ انہیں شکست دے اور اسلام غالب آجائے۔ اگر مسلمانوں میں یہ ذہن پیدا ہو جائے تو نتیجہ وہی اخذ ہوگا جو مغربیوں کا حاصل ہوا تھا مسلمانوں کے مقابلے میں۔

دور حاضر میں مسلمانوں کو داعش جیسی تنظیمیں دھوکہ دے رہی ہیں کہ مسلمانوں کو خلافت اسلامیہ کی ضرورت ہے مگر یہ سراسر حماقت ہے کیونکہ مسلمانوں کو خلافت اسلامیہ کی نہیں بلکہ خلافت علمیہ کی ضرورت ہے۔ جب تک مسلمان علم کے میدان میں اپنا لوہا نہیں منوائینگے تب تک مسلمان شکست کی ٹھوکریں کھاتے پھرینگے۔ اسلام کا پہلا سبق علم کے حصول پر ہے۔ لہذا مسلمان جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریک سے نکل علم کے اجالے میں اپنا بسیرا ڈالے تو وہ دن دور نہیں کہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ پھر سے لوٹ آئیگی۔

☆ استاذ جامعہ دارالہدی اسلامیہ، کیرالا

مزاحیہ

ایک بوڑھی حضور ﷺ کی بارگاہ نبوت میں آئی۔ اور ایک اونٹ کا مطالبہ کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اسے ایک اونٹ کا بچہ دے دو۔

بوڑھی بولی: یا رسول اللہ ﷺ اونٹ کا بچہ میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اونٹ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اونٹ کا بچہ نہ ہو۔

(organisation) تھے انہوں نے ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج قائم کیا اور اسی میں اپنی ساری زندگی صرف کردی۔ یہاں تک کہ وہ ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ یورپی طرز کی تعلیم کے سخت حامی تھے۔ اگر ترقی کا تصور کرتے تو ان کے ذہن میں زرق و برق و دریاں پہنے کرنل اور میجر مسلم نوجوان نظر آتے۔ ان کی اس تحریک کو اینگلو محمدن کلچر (Anglo-Muhammadan Culture) کہا جاتا ہے۔ ترکی میں مصطفیٰ اتاترک کمال پاشا کا نعرہ تھا ”غرب دوغرو“ یعنی غرب کی جانب سفر۔ اتاترک کا خواب تھا کہ مسلمان ہیٹ اور پتلون میں نظر آئے۔ مسلم محروکوں نے یورپی تعلیم سیکھنے کا نام یورپ کی تقلید سمجھا۔ اسی وجہ سے مسلمان دور حاضر میں یورپ کے غلام ہیں۔ ہاتھ میں پہنی جانے والی گھڑی سے لیکر جنگ کے ساز و سامان تک کا آج مسلمان دوسری قوموں کا محتاج ہے۔ ایک ہی نوعیت کے یہ دو واقعات میں اتنا فرق کس طرح وجود میں آیا۔ اس کا جواب ذہنیت کے اس فرق میں ہے جو دونوں میں پایا جاتا ہے۔ یورپ نے اسلامی تعلیم سیکھی تا کہ مسلمانوں کو شکست دے اور مسلمانوں نے یورپ کی تعلیم اس لئے سیکھی کہ اسکے نقال بن جائیں اور انکے سامنے عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ ذہنیت کے اس فرق نے مسلمانوں کو ترقی کے آسمان سے زوال کے چوراہے پر لا کھڑا کر دیا۔ یورپ نے جب مسلمانوں کی تعلیم سیکھی تو مسلمانوں کی تقلید کا نام نہیں پرویا بلکہ اپنی پرانی ترقی کی نشاۃ کا نام دیا۔ مگر مسلمانوں نے اپنی قدیم ترقی کو پس پشت ڈال کر یورپ کی تعلیم کو انکی تقلید کا نام دے دیا۔ یہ تاریخ جہاں مسلمانوں کی غلطی کی نشاندہی کرتی ہے وہیں یہ سبق دیتی ہے کہ انہیں وہی ہتھیار استعمال کرنا چاہئے جس سے مغرب نے انہیں شکست دی تھی۔

کہ اس مقتول راجز نے گناہی نیست تقصیرے!...

میدان میں پیچھے ہٹتے چلے گئے حتیٰ کہ اپنے دین سے بھی غافل ہو گئے۔

مذہب اسلام کے ماننے والوں کی اس غفلت و پسماندگی اور ایمان کی کمزوری سے وقت کے یہود و نصاریٰ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور چاروں طرف سے انہیں آ گھیرا اور جہاں انہوں نے ایک طرف اسلام پسندوں کے سرکچنے کیلئے طاقت کا ناجائز استعمال کیا تو دوسری طرف انکی تہذیب و معاشرت کو فنا کرنے کیلئے اپنے تمدن کو ان پر مسلط کیا۔ نیز مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کیلئے انہیں میں سے کچھ باہم مخالف گروپ بھی تیار کر دیئے جس کے بعد مسلمانوں کی رہی سہی دفاعی قوت بھی معدوم ہو گئی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے اذہان کو لادینیت کی طرف لانے اور غیر مسلموں کو اسلام سے بدظن کرانے کیلئے انہوں نے ایسے افراد (استشرافی اسکالرس) بھی تیار کئے جن کا ہمیشہ یہ طریقہ کار رہا کہ جہاں اسلام کے خلاف زہرا گلنے کا ذرا بھی موقع ملا وہاں انہوں نے دل کھول کر پروپیگنڈہ کیا اور اپنے مقاصد کے تحت اسلام پر خوب الزامات لگائے۔ چنانچہ کبھی انہوں نے اسلام کو ”رجعت پسند“ کہا، کبھی ”تاریک خیال“ اور کبھی ”بنیاد پرست“۔ مگر آج کی دنیا میں ایک اور الزام جو اسلام کے ماتھے پر چسپاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام ”دہشت گرد“ اور ”دہشت پسند“ ہے۔ ایک ادنیٰ شعور رکھنے والا انسان بھی اگر اسلام کی تعلیمات اور اسکے اصول و قوانین پر سرسری نظر ڈالے تو وہ اسلام کو امن و سلامتی کی ضمانت دینے والا مذہب پائے گا جو کہ ساری دنیا کے پریشان حال انسانوں کا واحد نجات دہندہ ہے۔ اس موقع پر ہر مسلمان کے ذہن میں جو سوال ابھرتا ہے وہ یہ ہے

”اسلام کے خلاف جنگ“ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس مقدس مذہب کے خلاف جنگ کی ابتدا تو اسی وقت ہوئی تھی جبکہ کلمہ ”ابسی واستکبر“ وجود میں آیا تھا۔ پھر اسکے بعد اسلام اور باطل قوموں کے مابین جنگ و جدال کا ایسا طویل سلسلہ شروع ہوا جو زندگی اور وقت کی نہ جانے کتنی گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا اب تک جاری ہے۔ اور موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی فرد یہ اندازہ لگانے سے قاصر ہے کہ حق و باطل کی یہ لڑائی کب ختم ہوگی یا اسکی کوئی انتہا ہے بھی یا نہیں۔ تاریخ گواہ کہ اسلام کے خلاف سب سے پہلے یہود و نصاریٰ نے قدم اٹھائے اور پھر عالم کی تقریباً تمام قوموں نے اس شفاف مذہب کے خلاف مختلف قسم کے پروپیگنڈے بنائے جسکو دنیا (War between Islam & West or between Islam & Rest) کے نام سے جانتی ہے۔ اسلام کے دشمنوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ دنیا کی وسعتوں سے اسکا نام و نشان تک مٹا دیا جائے اسی لئے انہوں نے اسلام کی خلاف مختلف حربے استعمال کئے۔ کبھی وہ تلوار و سونٹ کر میدان میں آئے، کبھی اسلام پسندوں کے خاتمہ کیلئے آستینوں میں خنجر چھپا کر لائے اور کبھی فلسفہ اسلام کے خلاف جھوٹے افسانے تراشنے لگے مگر اسکے باوجود بھی جب وہ کامیاب نہ ہوئے تو انکی اسلام دشمنی میں مزید شدت پیدا ہو گئی۔ لیکن اب انہوں نے جوش سے زیادہ ہوش سے کام لیا۔ اور اسلام کی مخالفت میں کئی محاذ تیار کئے۔ ادھر مسلمان عیش پرستی و لذت طلبی کے باعث جمود کے شکار ہو گئے اور زندگی کے ہر

کہ اسلام ان تمام تر خوبیوں کے باوجود کیا وجہ ہے کہ اقوام عالم کے درمیان اپنی اہمیت و فوقیت اور منفرد جاذبیت کا لوہا منوانے سے قاصر رہا ہے اور اسکے مخالفین میں وہ کونسی طاقت کا رفرما ہے جس کی بناء پہ وہ اسلام کے روشن چہرے پر سیاہ نقاب ڈالنے میں اپنے آپ کو کافی حد تک کامیاب اور فتح مند پارہے ہیں؟

جب ہم اس کے اسباب پر سنجیدگی سے نظر ڈالتے ہیں تو ذہن کے پردے پر جو تصویر ابھرتی ہے وہ ہے ذرائع ابلاغ یعنی میڈیا! میڈیا ہی وہ اہم ترین وسیلہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے غلط مقاصد و مطالب میں کامرانی کی راہوں کو طے کرتے نظر آ رہے ہیں اور سونے پہ سہاگاہ یہ کہ یہ میڈیا انہیں کے ہاتھوں میں ہے اسی وجہ سے وہ اپنے پروپیگنڈوں کو کافی سہولت کے ساتھ پروان چڑھا رہے ہیں۔ اور اپنے بدترین منصوبوں کو خوبصورت انداز میں پیش کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ مغرب کے دانشوروں کا ایک عرصہ سے یہ منصوبہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے جن اقتدار کو اہمیت دی گئی ہے، جن اوصاف کو حمیدہ قرار دیا گیا ہے انکے خلاف خوبصورت انداز میں انسان کا ذہن تیار کیا جائے۔ اسکی چند مثالیں پیش کرنا چاہوں گا۔

۱۔ اسلام نے حیا کو ایمان کا شعبہ بتایا تو مغرب نے اسکے خلاف بے پناہ جدوجہد کی۔ اب انکے معاشرہ میں حیا کیلئے کوئی جگہ نہیں اور مغرب زدہ اقوام بھی اسی راہ پر گامزن ہیں اور حیا کی چادر کو تار تار کیا جا رہا ہے۔

۲۔ اسلام نے لہو و لعب کو انسانیت کیلئے غیر مفید اور آخرت کیلئے نقصان دہ قرار دیا تو مغرب نے اسکو عزت و افتخار کا سبب بنایا۔ اب یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں ملک کے کھلاڑی ہار گئے۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک ہار گیا۔ فیہا للعجب!!!

۳۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا تو مغرب نے ساری دنیا کو سودی کاروبار کی زنجیروں میں باندھ دیا۔ اور اس طرح کے نہ جانے کتنے پروپیگنڈوں کے بعد اب انہوں نے خود اسلام، جس کا نام ہی امن و سلامتی کا عکاسی کرتا ہے کی طرف شدت پسندی اور دہشت گردی کو منسوب کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو شدت پسند اور دہشت گرد ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں سرگرم عمل ہیں۔

آج مسئلہ اتنا سنگین ہو گیا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی بم دھماکہ ہو، مسلمان گرفتار، جہاں کہیں بھی دنگا فساد جنم لے، مسلمان ذمہ دار، جہاں کہیں بھی خودکش حملہ رونما ہو، مسلمانوں پہ سوالات کے بوچھاڑ، حالانکہ متعدد بار ایسا ہوا کہ اس قسم کے بے جا الزامات میں گرفتار مسلمانوں کو حادثے کے اصل مجرم کی دریافت اور تشخیص کے بعد باعزت بری کیا گیا!!! ہندوستان ہی میں بہتیرے ایسے غیر مسلم صحافی موجود ہیں جنکی تحریروں سے ہمیں اعدائے اسلام کی ناپاک حرکتوں کا پتہ ملتا ہے اور جو میڈیا کی اسلام دشمنی کے پروپیگنڈوں کو لوگوں کے سامنے کھلے لفظوں میں پیش کرتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھیں

(۱) ہندی کے معروف صحافی اور نیوز چینل ”آج تک“ کے اس وقت کے نیوز ریڈر اور ایڈیٹر آنجنائی ایس پی سنگھ نے بھی منڈل کمیشن کے نفاذ سے لیکر بابر مسجد انہدام اور اس کے بعد ہونے والے فسادات پر کھل کر روشنی ڈالی تھی۔ انہوں نے بہت ہی واشگاف انداز میں کہا تھا کہ بابر مسجد کے انہدام اور فرقہ پرستی کے فروغ میں قومی اخبارات بھی برابر کے شریک ہیں۔ انہوں نے مثال دے کر اختیارات کی جھوٹی، بے بنیاد اور گمراہ کن رپورٹنگ کا کچا چٹھا پیش کیا تھا۔ ایس پی سنگھ نے اپنی تحریری بیان میں ایک ہندی اخبار کی رپورٹنگ کا حوالہ دیتے ہوئے جس کے بعد علی گڑھ ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں پر حملہ ہوا تھا اور شہر میں

فساد کی سنگینی اور بڑھ گئی تھی، کہا تھا کہ

”اس اخبار نے یہ جھوٹی خبر شائع کی کہ مسلم یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں جو ہندو مریض بھرتی ہو رہے ہیں انہیں مسلمان ڈاکٹر زہر دے کر مار رہے ہیں۔ اس خبر کے نتیجے میں زبردست فساد چھڑ گیا۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ یہ خبر جھوٹی اور بے بنیاد تھی، لیکن اخبار نے کسی گوشے میں بھی اس کی تصحیح شائع نہیں کی۔“

(۲) ہندی صحافیہ منی مالانے بھی جو اس وقت اخبار ٹائمز آف انڈیا میں فلو جرنلسٹ تھیں، ایک پیپر پڑھا تھا جس میں انگریزی اور ہندی اخبارات کی جھوٹی رپورٹنگ کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ کس طرح ان اخبارات نے فساد بھڑکانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ انہوں نے بنارس فساد کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ

”۱۹۷۲ء میں بنارس کے ایک ہندی اخبار نے مسلسل تین دن تک یہ جھوٹی خبر نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کی کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ بنارس میں داخل ہو گئے ہیں اور وہ بنارس میں فساد کرانا چاہتے ہیں، جبکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی، کہیں بھی کشیدگی نہیں تھی لیکن اس جھوٹی رپورٹنگ کا یہ اثر ہوا کہ بنارس میں چوتھے روز فساد پھوٹ پڑا۔“

تیتا سیتل واڈمبئی کی معروف سماجی کارکن ہیں وہ بے باک جریدہ ”کمبیٹ کمیونلزم“ کی ایڈیٹر بھی ہیں اور انہوں نے نیشنل میڈیا کی ذہنیت کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ ۱۹۶۱ء کے جبل پور فساد کے بارے میں لکھتی ہیں

”۱۹۶۱ء کے جبل پور فساد کے دوران ٹائمز آف انڈیا نے انتہائی جانبدارانہ رپورٹنگ کی تھی اور لکھا تھا کہ شہر کی مسجد میں پاکستانی شہری چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فوری پریس کے سرکردہ صحافی آنجہانی ایس پی اولپے نے جبل پور کا دورہ کیا اور ایک سینئر پولیس افسر سے ناقابل تردید حقائق حاصل کر کے ٹائمز آف انڈیا کی پول کھول دی۔“

مسلمانوں کی خلاف ان بے جا اور بے بنیاد رپورٹز کے بار بار شائع کئے جانے پر اور ان کی شفاف پیشانی پر دہشت گردی جیسے ناقابل برداشت لیبل کے لگائے جانے کی کوشش کی وجہ سے علاوہ ازیں مسلمان اپنے سر پہ اس قسم کے الزامات قبیحہ کے انبار کو مسلسل اٹھانے کی بنا پر اب انکا پیانا نہ صبر لبریز ہو رہا ہے، ان کی ذہنیت بدل رہی ہے اور اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اگر ہم بنا کچھ کئے ہی بدنام اور رسوا ہو رہے ہیں، ہم پر بنا کسی معقول سبب کے دہشت گردی جیسے برے الزامات کے پہاڑ ہیں تو کیوں نہ ہم کچھ کر کے ہی بدنام ہوں؟ اس صورت میں ہمیں ہماری بدنامی و رسوائی کا افسوس بھی نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہیکہ القاعدہ، انڈین مجاہدین اور طالبان جیسی مسلمانوں کی حلیف جہادی پارٹیاں اسلام کے چہرے کو مسخ کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف فتنہ ایجنڈے تیار کرنے والے اسلام کے قدیم مخالفین کے تقریباً ہر ایکشن کا رینکشن کسی نہ کسی صورت میں پیش کر رہی ہیں۔ ان جہادی تنظیموں کی دشمنی اسلام دشمن قوتوں کے خلاف گہری ہوتی چلی جا رہی ہے مسلمانوں کی یہ کیفیت و حالت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اگر اعدائے اسلام کا مسلمانوں کے خلاف اس قسم کا پروپیگنڈہ بدستور جاری رہا تو حالات ان کے حق میں کافی سنگین صورت اختیار کر جائینگے۔ گویا ان کے سروں پر ایک نہایت ہی مہلک مصیبت اور خطرناک وبامندلا رہی ہے جس سے وہ غافل ہیں۔ اس لئے اب انہیں کافی الرٹ اور بیدار و ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیوں کہ مسلمان جب کرنے پہ آتا ہے تو یا تو کر ہی جاتا ہے یا تو مر ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں...

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری!

سیاحوں کی سرزمین، کوچین میں

محمد شکیل احمد

(Ernakulam) اسٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم نے آگے جانے کا ارادہ کیا لیکن اس وقت آٹو یا بس موجود نہ ہونے کے سبب ہم نے پیدل چلنا شروع کیا اور کوئی ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہم میرین (Marine) شہر پہنچ گئے۔ اس وقت صبح کی سپیدی نمودار ہو رہی تھی اور دنیا و مافیہا کی تمام چیزیں چاہے چرند ہوں یا پرند، شجر ہوں یا حجر، انسان ہوں یا حیوان سب کے سب یادِ الہی میں مصروف اور مشغول تھے۔ اطراف و اکناف میں بلبلوں کے نغمات اور مسحور کن صلائیں گونج رہی تھیں، مساجد کے مناروں سے اذان کی صدائیں آرہی تھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہماری تمام تھکاوٹیں، تعب و مشقتیں اس سحر انگیز آواز سے دور ہو گئی ہوں۔ ہم نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد فورٹ کوچی (Fort Kochi) جانے کے لئے بس یا آٹو کا انتظار نہیں کیا بلکہ آبی کشتی اختیار کی اور ہم اس پر سوار ہو گئے۔ صبح کی ٹھنڈی ہوائیں، نسیم اور باد صبا کے جھونکے دل کو راحت پہنچا رہے تھے۔ تقریباً دو اور نصف گھنٹے کے بعد ہم فورٹ کوچی پہنچ گئے اور ہمارے دل میں برسوں سے مچل رہی خواہش اور تمنا پوری ہوئی۔

بعد ازاں ہم نے کوچین بیچ کا رخ کیا، وہاں کچھ دیر ٹہلے، گھومے پھر اس کے بعد ایک شاندار ہوٹل میں ناشتہ کیا۔ اس کے بعد ہم نے (Biennale) کی ٹکٹ خریدی اور بنالے کا مشاہدہ اسپین وال (Aspin wall) سے شروع کیا اور ہم نے مصورین، شعراء اور تزیین کاروں کی بنائی ہوئی چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ اس میں ہر وہ چیز جسکو پوری دنیا نے

میری ایک دیرینہ خواہش تھی کہ میں کیرالا کی سرزمین کوچین (Kochi) کی سیاحت کروں کیونکہ وہ ایک مشہور و معروف اور ساتھ ساتھ معدینات والی جگہوں میں سے ایک جگہ ہے، جس میں فلک بوس عمارتیں، دیدہ زیب مناظر اور روح پرور بلڈنگس ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ثقافت و تہذیب اور تمدن والے شہروں میں سے ایک ہے جس میں زائرین ہندو بیرون ہند کے لئے خوشنما، دلربا اور دلکش سیاحت گاہیں، خوشگوار نمائش گاہیں، بحری بیڑے، پارکس اور استراحت گاہیں ہیں۔

میں نے اپنا رخت سفر مع کچھ دیدہ زیب ملبوسات اور اخراجات کے بتاریخ ۲۰۱۵-۱-۲ بروز ہفتہ کو باندھا، میں اکیلا ہی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا تھا۔ لیکن بعد میں میرے دو ہم جماعت مجھ سے آ ملے۔ اس طرح ہم تین ہو گئے۔ ہم نے اپنے سفر کا آغاز کالیکٹ بیچ (Beach) سے کیا۔ وہاں کچھ دیر سمندر کے کناروں پر لطف اندوز ہونے کے بعد ہم رات دس بجے ایرناکلم (Ernakulam) جانے والی ٹرین پر بیٹھ گئے۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میری سیٹ کھڑکی کی جانب ملی اور میں باہر کی اور دیکھنے میں مصروف ہو گیا لیکن رات کی سیاہی اور ظلمت نے ہر طرف اندھیرا پھیلا رکھا تھا جس کے کارن باہر کی چیزیں صاف طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھیں صرف ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے جسم کو چھو رہے تھے، نفس کو ٹھنڈک اور دل کو طمانیت پہنچا رہے تھے۔

آخر کار ہماری ٹرین رات دو بجے ایرناکلم

طبی نسخے

روکھے اور گرتے بال

آج کل گرتے بال اور روکھے بال ہر خواتین کیلئے کسی بڑے مسئلے سے کم نہیں ہیں، چاہے جتنا بھی اچھا شیمپو استعمال کیا جائے پھر بھی نتیجہ وہی کا وہی ہے، تو کیوں نہ اپنا کچھ وقت اپنے بالوں کو دیں اور کوشش کریں کہ ایسی نسخے استعمال کر کے انکی قدرتی چمک کو برقرار اور گرنے سے محفوظ کیا جاسکے۔ اگر بال گرتے ہوں تو یہ نسخہ مفید ہے۔ سرسوں کا تیل، ناریل کا تیل، آملہ کا تیل اور اگر میسر ہو تو کدو کا تیل ان سب کو ہم وزن لے کر ایک بوتل میں ملا کر رکھ لیں اور ہفتے میں کم سے کم ایک بار استعمال کریں بالوں میں چمک کے لئے آپ دہی دوچھج، مہندی دوچھج، تازہ انڈا ایک عدد لیموں کا رس آدھا چھج، سرسوں کا تیل تین چھج ملا کر بالوں میں لگائیں۔ اور بالوں کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لیں ایک گھنٹے کے لئے پھر سردھولیں یہ عمل ہفتے میں دوبار کیا جاسکتا ہے۔

حرام چیزوں کی خرید و فروخت بھی حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“

حدیث نمبر: ۲۳۳۶، باب بیع المیتة والا صنم، صحیح البخاری

تسلیم کیا سب کے سب بطور یادگار محفوظ تھیں۔ دراصل ہم نے جو کچھ دیکھا ان تمام چیزوں کو بیان کرنے کے لئے بجد الفاظ و معانی درکار ہیں۔ ہم نے پورا دن آٹھ بنالوں کو دیکھنے میں گزار دیا۔ رات ہم نے ایک دوست کے یہاں گزاری جس کا گھر کوچی میں ہی تھا۔ اس کے اگلے روز ہم نے کیرلا کی ایک مشہور و معروف سودا باری، خرید و فروخت اور گھومنے کی بہترین جگہ لولو مال (Lulu mall) دیکھنے پہنچے کیونکہ اسے دیکھنے کی تمنا ہمارے دلوں میں بہت دنوں سے چل رہی تھی۔ جب ہم صدر دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر طرف رنگ برنگے پھولوں کے دالان صف باندھے کھڑے ہیں، جگہ جگہ پانی کی پھواریں اور آبشار ہیں۔ آخر کار ہم اندر گئے، ہر طرف سے ایک لطیف سی خشبو اور اے سی کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھیں جو ہماری تھکاوٹ کو دور اور دلوں کو فرحت و مسرت پہنچا رہی تھیں۔ یہ مال کل تین منزلوں پر مشتمل بلڈنگ تھی جس میں ایک شاندار ہائپر مارکیٹ بھی تھا۔ پورا دن ہم نے اس وسیع و عریض مال کے مشاہدے میں گزار دیا۔ بعدہ ہم نے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ اور اس مشہور شہر پر ایک آخری حسرت بھری نگاہ ڈالی اور خیر آباد کہا۔ ہم بس میں سوار ہو کر ایرنا کلم اسٹیشن پہنچے اور ٹرین کا انتظار کرنے لگے۔ آخر کار ہماری ٹرین شام پانچ بجے اسٹیشن پر آ پہنچی ہم ٹرین میں سوار ہوئے اور شام کے دلفریب و دلربا مناظر دیکھنے میں منہمک ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہماری ٹرین رات آٹھ بجے پر پنا گاڈی پہنچ گئی۔

اسلام کی پیروی سے انحراف اور آپسی اختلاف

محمد شیخ حسن ابن غلام سبحانی

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے خلاف کتابیں لکھی جا رہی ہے، یہاں تک کہ مدینے کے تاجدار ہم غریبوں کے نمکسار ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو دہشت گرد کا الزام دے کر مسلمانوں اور مسلمانوں کے رہنما علمائے کرام کو چن چن کر ختم کرنے کی پلاننگ (Planning) تیار کی جا رہی ہے۔

کیا! آپ نے کبھی سوچا کہ آخر ایسا کیوں کر ہو رہا ہے؟ اتنا بڑا انقلاب کیسے آیا؟ پوری دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار اور رعب و دبدبہ کیوں کر ختم ہو گیا؟ مسلمان ہر جگہ کیوں مار کھا رہے ہیں؟ مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم و ستم کے پہاڑ کیوں توڑے جا رہے ہیں؟ گجرات اور مظفرنگر میں مسلمانوں کا قتل عام کیوں کر ہوا؟ خدا کی یہ سرزمین اپنی تمام تر وسعت و کشادگی کے باوجود ان کیلئے کیوں تنگ ہوتی جا رہی ہے؟

مسلمانو! کیا ہوا کہ آج اس قوم (اسلام) سے، دنیا کی سب سے بدترین قوم، دنیا کی سب سے رذیل و مذموم قوم اسرائیل بھی نہیں ڈرتی۔ کل تک یہی یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متنیں کرتے تھے، کہ ہمیں خیبر سے نہ نکالو۔ کل تک یہی یہودی خیبر میں رہنے کیلئے ٹیکس دیا کرتے تھے۔ کل تک یہی یہودی اور عیسائی جن کو مسلمانوں نے اتنا مارا تھا کہ ان کو کہیں جگہ نہیں ملتی تھی۔ جب ان کا کمانڈر کشتی کے ذریعہ سے دریا پار کر رہا تھا، تو اپنی زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا: ”اب تیرے اندر قیامت تک نہیں آسکوگا“۔ کل تک یہی یہودی اور عیسائی ہماری تلواروں کے نیچے دم توڑ رہے

اس مضمون کو قلم بند کرنے کا سب سے بڑا مقصد اپنے مسلمان بھائیوں اور امت مسلمہ کے غیور فرزندانوں کے سامنے عالم اسلام کے حالات کو بیان کرنا ہے، اور انہیں یہ بتانا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمان کن کن مسائل کے شکار ہیں؟ کن کن حالات سے دوچار ہیں؟ مسلمان بچوں پر کیا بیت رہی ہے؟ مسلمان ماؤں اور بہنوں کے ساتھ کیا کچھ کیا جا رہا ہے؟ اور ان حالات میں ہم ان مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کیلئے کیا کچھ کر سکتے ہیں؟ اور یہ حالات کیوں آئے؟ اور یہ حالات کب آئے؟ اور یہ حالات کیسے آئے؟ اور یہ حالات کب تک آتے رہیں گے؟ ان تمام باتوں پر غور کرنے کیلئے میں نے یہ قلم بند کیا ہے۔ اللہ رب العزت، ہماری اس تحریر کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو امت مسلمہ کے مسائل کا حل بنائے۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں، بلکہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت مجموعی طور پر مسلمانوں کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔ نہ اس کی کہیں عزت و عظمت ہے اور نہ ہی ان کا کہیں رعب و دبدبہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی فرد، دنیا کی کوئی بھی قوم، دنیا کا کوئی بھی گروہ اور دنیا کی کوئی بھی حکومت و سلطنت ان سے نہیں ڈرتی اور وہ ہر کسی سے ڈرتے ہیں۔

آج عالمی سطح پر ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، ان کو ضعیف اور کمزور امت تصور کیا جا رہا ہے۔ ہر خطے میں انہیں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے۔ دین و اسلام کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ قرآن کریم جیسی مقدس کتاب کو جلایا جا رہا ہے۔ علی الاعلان اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، اور اسلام کے جانثار

تھے، کل تک یہی عیسائی اور یہودی قوم جو ہماری لونڈی اور غلام بن کر رہا کرتی تھی۔ یہی عیسائی جو کل تک ہم سے بھیک مانگتی تھی اور ہر اعتبار سے ہم سے حقیر و ذلیل تھی، آج! ان یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ ہمت کیسے ہوئی کہ وہ فلسطین وغزہ اور دیگر اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے تمدن و ثقافت وغیرہ کو پامال کریں؟

اب آئیے ذرا فلسطین وغزہ کے حالات کا کچھ جائزہ لیتے ہیں کہ وہ ملعون قوم (یہودی و عیسائی اور دیگر دشمنان اسلام) نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا درندانہ اور وحشتانہ عمل پر پیراں ہیں؟۔

گزشتہ ۶۷ سالوں سے فلسطین والے عملاً جنگی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ دنیا کی سیاست سے کٹ چکے ہیں، بالکل غیر سیاسی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور داخلی اصلاح بھی اپنی انتہاء پر ہے۔ کوئی بھی ان کا پرسان حال نہیں ہیں۔ اس موقع پر مجھے ایک کہاوت یاد آگئی ”مشکل میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے“ یہ کہاوت فلسطین کے باشندوں پر مکمل طور پر صادق آتی ہے۔

حقائق اور اعداد و شمار:

(۱) غزہ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے فوج کشی کی تھی اور اس کے بعد سے اب تک اسرائیل نے مکمل غزہ پٹی پر اپنا ناجائز اور غیر قانونی قبضہ جما رکھا ہے۔ (۲) غزہ تینوں جانب سے اسرائیل سے گھرا ہوا ہے۔ اسرائیلی فوج اور بحریہ نے تینوں مقامات کی ناکہ بندی کر رکھی ہے، جس کی وجہ سے غزہ آنے یا جانے کی اجازت نہیں ہے، یعنی ہم غزہ کو ایک بڑے قید خانہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جہاں اسرائیل کے اجازت کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ (۳) غزہ کے باشندے وہاں سے نقل مکانی نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کے

پاس پاسپورٹس (Passports) نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، ہر مقام پر اسرائیل چیک پوائنٹس (Check Points) موجود ہیں، یہی نہیں بلکہ کسی دوسرے ملک کے شہری بھی اس میں اسرائیل کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ عام آدمی کی بات تو دور، بلکہ طاقت ور ممالک کے اعلیٰ سیاستدانوں کو بھی یہ ملعون (اسرائیل) اجازت نہیں دیتا۔ اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ غزہ ایک ایسا مقام ہے جو عالمی سطح پر دیگر ممالک سے منقطع ہے۔

(۴) روز مرہ کے استعمالات کے اشیاء (Goods) اسرائیلی چیک پوائنٹس (Check points) سے ہو کر گزرتی ہیں، یہاں تک کہ دودھ، گیہوں، دال، چاول، ادویات اور دیگر اشیاء بھی اسرائیلی چیک پوائنٹس سے گزر کر غزہ پہنچتی ہیں اور اسرائیل شیطان مردود ان کا ٹیکس (Tax) وصول کرتا ہے۔ (۵) غزہ ایک بڑی جیل کی مانند ہے۔ اور پورا ملک اسرائیل کی غاصبانہ تحویل میں ہے۔ یہاں تک کہ اندرون غزہ، اسرائیل نے کئی مقامات پر اپنے چیک پوائنٹس قائم کر رکھے ہیں۔ (۶) غزہ میں غذا اور دیگر اشیاء ضروریہ کی ہمیشہ قلت رہتی ہے، کیوں کہ ان اشیاء کی غزہ میں درآمد کرنے والوں کو اسرائیل ہر اس وقت کرتا ہے اور قصداً ان اشیاء کی درآمد میں تاخیر کی جاتی ہے۔ (۷) دکانات میں راشن پانی کا، اور ہاسپٹلز

(Hospitals) وغیرہ میں ادویات کا، کھرباء، یعنی برق (Current) وغیرہ سب کم مقدار پر محدود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پٹرول (Petrol) اور گیس (Gas) کی بھی قلت ہے۔ جس کی وجہ سے فلسطین میں افراط زر کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ (۸) غربت کی شرح میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ غزہ کے بچے دنیا کے ایسے بچوں میں شمار

کئے جاتے ہیں، جنہیں ناقص غذا میسر ہوا کرتی ہے۔ (۹) غزہ کے کسی بھی ہسپتال (Hospital) میں شدید زخمیوں یا بیماروں کی علاج کیلئے نہ تو کوئی خصوصی ڈاکٹر ہے اور نہ ہی کسی قسم کے آلات علاج مہیا ہیں۔ (۱۰) اسرائیلی فوج وقفہ وقفہ سے غزہ پر بمباری کرتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے بے قصور فلسطینی نوجوان اور بچے زخمی ہوتے ہیں، اور جب یہ زخمی فلسطینی چیک پوائنٹس (Check points) پر اسرائیل افواج سے منت و سماجت کرتے ہیں کہ انہیں علاج کیلئے وہاں سے باہر جانے کی اجازت دی جائے، تب اسرائیلی فوج ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

(۱۱) کسی زمانے میں فلسطینی مسلمان مالدار اور وضعدار ہوا کرتے تھے، لیکن اب وہ اپنے ہی وطن میں گداگروں اور قیدیوں جیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ (۱۲) امن مذاکرات کے بہانے سے اسرائیل فلسطینیوں کی زیادہ ارضیات پر قبضہ کرتے ہوئے وہاں اسرائیلی شہریوں کیلئے مکانات کی تعمیر کرنے کے مقصد سے فلسطینیوں کی آزادی کو تاخیر کا شکار کر رہا ہے۔ فلسطینی بھی ہر رات وہ اسی درد کے ساتھ سو جاتے ہیں اور ہر صبح اسی غم کے ساتھ بیدار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ محض بے یار و مددگار تماشائی ہیں، اور خون کے آنسو بہاتے ہیں۔ (۱۳) اسرائیلی فوجیوں کے ہاتھوں روز ذلیل ہونا، گالیاں سننا، مار کھانا وہ بھی خود اپنی ہی سرزمین پر، کبھی بھی اسرائیل افواج، کسی بھی فلسطینی نوجوان یا بچے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ لہذا فلسطینیوں کے پاس خاموش تماشائی بننے اور بھوکے رہنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔

کیا آپ ان کے صدمات کو، ان کی توہین کو، انکی

ہراسانی اور ان کے دلوں میں پائے جانے والے درد کو سمجھ سکتے ہیں؟ جن پر فوج کشی کرتے ہوئے انہیں خود اپنے ہی وطن میں قیدی اور غلام بنالیا گیا ہو۔

مسلمانو! کیا ہوا کہ آج عیسائی بھی ہم سے شیر ہو گئے۔ آج یہودی بھی ہم سے شیر ہو گئے۔ آج وہ کافر بھی ہم سے شیر ہو گئے جو ہمارے زیر سایہ رہا کرتے تھے، ہمارے مغل بادشاہوں کے زیر سایہ رہا کرتے تھے۔ آج وہ بھی ہم سے شیر ہو گئے۔ آج ان کی شاخیں بھی ہم سے شیر ہو گئے۔ مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی! ہم مسلمان ہیں اور وہ اسی کفر پاتاقم ہیں، آخر اتنا بڑا انقلاب کیسے آیا؟۔

مسلمانو! کیا تمہاری کمزوری کی وجہ افراد کی کمی ہے؟ کیا تمہاری کمزوری کی وجہ مال و دولت اور سیم و زر کی کمی ہے؟ کیا تمہاری کمزوری کی وجہ اسلحہ، گولہ بارود کا فقدان اور تربیت یافتہ فوجوں کی قلت ہے؟ کیا تمہاری کمزوری کی وجہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی (Technology) کا عدم حصول ہے؟ نہیں! بالکل نہیں۔۔۔ اگر افرادی اعتبار سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی تعداد ایک ارب اور پچاس کروڑ سے کہیں اور زیادہ ہے۔ وسائل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پٹرول (Petrol) جیسے سیال سونے کے کنویں، معدنیات کے ذخائر اور کانیں بھی زیادہ تر مسلمانوں کے قبضہ میں اور اسلامی ممالک میں ہیں۔ لیکن! ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان کمزور اور مغلوب و مقہور ہوئے کیوں نظر آ رہے ہیں؟ مسلمان ہر جگہ کیوں مار کھا رہے ہیں؟ مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم و ستم کے پہاڑ کیوں توڑے جا رہے ہیں؟۔

اگر آپ ان سب حالات کا مختصراً جائزہ لیں، غورو فکر سے دیکھیں، تو پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کی کمزوری اور ذلت و رسوائی کی اصل وجہ آج اسلام کی پیروی سے انحراف

ہے۔ یعنی ہمارے دل میں بنی ﷺ کی محبت و عظمت نہیں، ہماری سیرت و عادت، طور طریقہ اور گفتار و رفتار نبی کریم ﷺ کی سیرت و عادت، طور طریقہ اور گفتار و رفتار جیسا نہیں۔ آج ہمیں ان کافروں کی شکلیں پسند ہیں جو مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزت لوٹ رہے ہیں، اور انھیں اجتماعی عصمت دری کر کے زندہ جلا رہے ہیں۔ آج ہمیں ان کافروں کی تہذیب و تمدن پسند ہے، آج ہمیں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے طور طریقے پسند ہیں، آج ہمیں ان کافروں کا انداز و گفتار پسند ہے، آج ہم ان کافروں کے کلچر (Culture) پر مر مٹنے کیلئے تیار ہیں، جنھوں نے ہمارا خون کیا، جنھوں نے ہمارے معصوم بچوں کو یتیم بنایا، جنھوں نے ہماری ماؤں، بہنوں کو بیوہ بنایا، جنھوں نے دین اسلام کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، جنھوں نے مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے اندر گندگی ڈال دی ہے، اور جنھوں نے قرآن کریم جیسی مقدس کتاب کو جلایا اور علی الاعلان اس کی بے حرمتی کی۔

ایک اور اس کا سب سے بڑا سبب آپسی اختلاف و انتشار، آپس کے لڑائی جھگڑے، آپسی جنگ و جدال اور اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا قول مبارک روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے: المسلم اخو المسلم۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: المسلم علی المسلم حرام، دمہ و مالہ و عرضہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: الا اللذین تابوا و اصلحوا و اعتصموا باللہ و اخلصوا دینہم للہ۔ اور اگر آپ تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کریں گے، تو تاریخ اس بات پر گواہی دے گی کہ جب تک مسلمانوں میں

اتحاد و اتفاق اور اخوت و بھائی چارگی کا یہ رشتہ برقرار رہا، جب تک مسلمان قوم اتحاد و اتفاق کی لڑائی میں پیوست رہی، جب تک مسلمان شیشہ پلائی ہوئی دیوار رہے، اس وقت تک انھیں کوئی آنکھیں نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس وقت تک ان پر اپنا رعب و دبدبہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ بقول شاعر:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور علامہ اقبال فرماتے ہیں:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!

تمہاری داستاں تک نہ رہے گی داستاںوں میں

اور جب تک مسلمان متحد رہے اس وقت تک انھیں بڑی سے بڑی طاقت شکست نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن! جب سے مسلمانوں نے ایک دوسرے کو گرانے، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کا عمل شروع کیا، جب سے مسلم قوم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں، چھوٹے چھوٹے فرقوں اور جماعتوں میں بٹی شروع ہوئی، جب سے ہر شخص اپنی الگ الگ جماعت بنانے کی فکر میں لگ گیا، جب سے ہر شخص اپنی ایک ڈیڑھ انچ کی مسجد بنانے کی فکر میں لگ گیا، جب سے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگنے لگے، جب سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کی کوششیں جاری ہوئیں، جب سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے خون کا پیاسہ ہو گیا، اس وقت سے یہ مسلم قوم پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہونے لگی۔ اسی وقت سے بے کسی، بے بسی، مایوسی، معاشرتی خرابیاں، اقتصادی بربادی، تہذیبی پستی اور غربت و افلاس جیسی بے شمار درد انگیز پریشانیوں کا دائرہ دن نکلتے اور شام ڈھلتے بڑی تیزی سے مسلمانوں کو اپنے گھیرے لینے لگا۔ تاریخ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ جب

ہے۔ اس لئے اے مسلمانو! آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے صف میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور اختلاف و انتشار کو ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ بقول علامہ اقبال متحد ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو؟

مسلمان قوم کے افراد آپسی اتحاد و اتفاق کی لڑی میں پیوست ہوتے ہیں، تو ایک ناقابل تسخیر چٹان کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک ناقابل تسخیر قلعہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر ان کے سامنے پہاڑ بھی سربہ خم نظر آتے ہیں۔ پھر ان کے سامنے طوفان کی تندی بھی پیکر جمود بن جاتی

مباحثہ

ایک جگہ واقعہ معراج سننے کے بعد دو آدمی جن میں ایک مسلمان تھا۔ اور ایک نیچری تھا۔ دونوں جھگڑنے لگے۔

نیچری نے کہا: بھلا یہ بات بھی کوئی مانی جانے والی ہے کہ محمد ﷺ اوپر چلے گئے، وہ اوپر کیسے جاسکتے ہیں؟

مسلمان نے جواب دیا: ”مسٹر! یہ اتنا بڑا وزنی ہوائی جہاز اوپر کیسے چلا جاتا ہے؟

نیچری نے جواب دیا: ”وہ تو پیٹرول کی قوت سے اوپر جاتا ہے۔“

مسلمان بولا: ”اور ہمارے حضور ﷺ خالق پٹرول کی قوت و قدرت سے اوپر تشریف لے گئے۔“

نیچری بولا: اچھا چلو مان لیا۔ مگر وہ آسمان میں سے کیسے نکل گئے؟

مسلمان نے جواب دیا: مسٹر تمہارے جسم میں ایکس رے لائٹ کیسے عبور کر جاتی ہے۔

نیچری بولا: ارے وہ تو بجلی کا کرشمہ ہے۔

مسلمان بولا: تو ہمارے حضور ﷺ بھی سرتاپا برق براق پر سوار اور خود نور الانوار ہیں۔ پھر اس مقدس کرشمے سے انکار کیوں؟

نیچری کھسیانہ ہو کر بولا: اچھا تو یہ بتاؤ کہ تمہارے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ معراج سے واپس آئے تو بستر انکا

گرم تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے کہ اتنا طویل سفر اور بستر ٹھنڈا ہی نہ ہو۔

مسلمان نے جواب دیا: تمہارے تھر موس بوتلوں میں چوبیس چوبیس بلکہ ستر ستر گھنٹے تک چائے کیسے گرم رہتی ہے؟

مسٹر بولا: یہ تو سائنس کی صنعت ہے۔

مسلمان نے جواب دیا: اور وہ خدا کی قدرت ہے۔

نیچری صاحب خاموش ہو گئے۔

محمد نوشاد انصاری

ہندوستان میں جمہوریت کا گرتا معیار

شیخ محمد رشاد احمد

ہوئیں۔ جس میں ہندوستان ہر شہری کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اور اپنے جائز حقوق کے لئے حکومت سے مطالبہ کرے۔

آج ہندوستان میں چند ایسی پارٹیاں موجود ہیں جس سے ہندوستان کی جمہوریت کو شدید خطرہ ہے۔ RSS (راشٹریہ سویم سیوک) جسکی سنگ بنیاد ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈ گیوراز نے ۱۹۲۵ میں رکھی۔ جسکے اہم مقاصد ہندوؤں کی جسمانی، عقلی اور اخلاقی فلاح و بہبودی کے لئے کام کرنا اور ان میں باہم اخوت، پیار و محبت اور ایک دوسرے کی خدمت و امداد کے جذبات کو فروغ دینا ہے۔ لیکن RSS کے ممبروں نے اپنے اختیار کردہ آئیڈیل کی پابندی کرتے ہوئے اس میں عصبیت اور فرقہ پرستی کو شامل کر کے نا پسندیدہ اور خطرناک سرگرمیاں انجام دینا شروع کر دیا۔ اکثر جرائم میں انہیں پیش پیش بھی پایا گیا۔ چوری، نقب زنی، زنا اور لوٹ مار جیسے گھٹیا معاملات میں انہیں پکڑا گیا۔ انہوں نے حکومت کے خلاف پمفلٹ بٹوائے اور لوگوں کو دہشت گردی کی رغبت دلائی۔ کیا ہندوستان میں جمہوریت کا معنی و مطلب یہی ہے کہ جو جیسا چاہے حکومت کرے یا جس مذہب کے زیادہ ماننے والے ہوں وہ حکومت چلائیں؟ نہیں ہرگز نہیں!! بلکہ جمہوریت کا معنی یہ ہے کہ عوام کی حکومت، عوام کے لئے اور عوام سے بننے والی ہے۔ آج ہندوستان میں جس گروپ کی زیادہ تعداد ہو وہ حکومت کو جس طرح چاہے چلا رہا ہے۔ عوام کو پیسوں کی لالچ دے کر انکے ووٹوں کو خریدتا جا رہا ہے انکے اتحاد کو انتشار میں بدلنے کی

ہندوستان دنیا کا دوسرا سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھی ہندوستان ہی کی ہے۔ یہاں مختلف مذاہب و عقائد کے لوگ زندگی گزارتے ہیں لیکن جمہوریت خود ہی نہیں بنی بلکہ ۱۹۴۷ء سے پہلے ہندوستان میں برطانیہ (British) اور انگریز (English Men) کا قبضہ تھا اور تمام ہندوستانی انکے غلام تھے اس لئے ہندوستانیوں نے بالخصوص مسلم علماء اور بعض غیر مسلم زعماء نے مل کر آزادی ہند کے لئے اپنے خون کی قربانی دے کر ہندوستانیوں کو غلامی سے بچایا تاکہ ہندوستان کے لوگ امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ سامراجی قوتوں کا قلعہ قمع کر کے اخوت و محبت کا پرچم گاڑا تاکہ تمام مذاہب ہم آہنگ رہیں اور دوسری قوموں کے لئے نمونہ حیات ہوں۔ آزادی کے بعد ایک ۲۱۰۱۹۳۴۲۲ کی آبادی رکھنے والے ملک کے نظام کو چلانے کے لئے ایک قانون کی ضرورت پیش آئی تاکہ انتشار اور فتنے کے ماحول میں دستور ساز اسمبلی کا قرار داد مقصد قائم ہو۔ اس لئے یکم جنوری ۱۹۴۷ کو ہندوستان کے قوانین کی تشکیل ہوئی اور ایک مستقل دستور عمل میں آیا جس کے اندر عوام کی ضرورت کے مطابق نیز انکی سہولت اور دیس کی طرقتی کے لئے مخصوص ضوابط تیار کئے گئے۔ جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔ سماجی، معاشی، سیاسی، انصاف اور حیثیت کے مرتبہ کے مواقع کی مساوات اور قانون کے سامنے اپنے اپنے افکار و نظریات کا اظہار نیز انجمن سازی اور کسی بھی قسم کے عمل کی آزادی۔ یہ تمام چیزیں ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو منظور

کوشش کی جارہی ہے آخر اسکا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا محمد علی اسکے ذمہ دار ہیں؟ یا شوکت علی؟ یا پھر گاندھی یا نہرو؟

حالیہ میں سنگھ پر یو آر ”گھر واپسی“ نامی پروگرام بڑے جوش و خروش کے ساتھ منعقد کر رہا ہے جس میں مسلمانوں کو انکے پاک دین سے ہٹا کر ہندو مذہب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ گجرات میں ۲۰۰ مسلمانوں کو اور کیرلا میں ۲۰ عیسائیوں کو انکے دین سے منحرف کر کے ہندو مذہب میں داخل کیا گیا اور یہ سب صرف پیسوں کی لالچ اور جان سے مارنے کی دھمکی دے کر کیا جا رہا ہے جسکی ہندوستان جیسے سیکولر اور جمہوریت والے ملک میں کسی کو اجازت نہیں۔ RSS کے یوگی آدتیہ ناتھ نے زہرا گلتے ہوئے کہا کہ مسلمان ’لو جہاد‘ کے نام پر ہندو لڑکیوں کو دھوکا دے کر انہیں مسلمان بنا رہے ہیں جس سے سماج میں ہندوؤں کی تعداد گھٹتی جا رہی ہے لیکن اگر مسلم لڑکا ہندو لڑکی سے شادی کرے تو ’لو جہاد‘ اور ہندو لڑکا مسلم لڑکی سے شادی کرے تو واہ واہ! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ سب پیار و محبت کا مسئلہ ہے نہ کہ ہندو مسلمان کا۔ اور رہا مسئلہ اس سوال کا کہ زیادہ مسلمان لڑکے ہی ہندو لڑکیوں سے شادی کر رہے ہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہیکہ اسلام میں عورتوں اور مردوں کو ایک خاص مقام ہے۔ عورتوں کو پردہ لازم ہے اس لئے وہ گھروں سے باہر ہی نکلتیں اور ہندو لڑکیاں اکثر کمپنیوں اور دوکانوں میں کام کرتی ہیں اس لئے اس کام میں ملوث ہیں۔ سنگھ پر یو آر نے کہا کہ ناتھ رام گوڈ سے قاتل مہاتما گاندھی کو بھارت رتن ایوارڈ دیا جانے کا اعلان کر رہے ہیں اس کے لئے شور یا دیوس منایا جائے اور مندر بنائی جائے۔ جس کے دل میں اپنے دلش کے لئے ذرہ برابر بھی محبت ہو تو کیا وہ (Father of Nation) کے قاتل کے بارے میں

ایسا اعلان کریگا؟ RSS کے ممبران جو اپنے آپ کو دلش کا بچاری اور مہبان وطن کہتے ہیں جب کے آزادیء ہند میں RSS کا کوئی بھی رول نہیں تھا بلکہ انگریزوں کے ایجنٹ بنے بیٹھے تھے۔ جسکے بارے میں مسٹر پیارے لال جو ۱۹۲۰ سے اپنی وفات تک گاندھی جی کے سیکریٹری رہے اپنی ”آخری مرحلہ“ نامی کتاب میں کہتے ہیں کہ RSS ایک فرقہ پرست نیم فوجی تنظیم ہے، اسکا اعلان کردہ مقصد ہندو سامراج قائم کرنا اور ہندوستان سے مسلمانوں کا صفایا کرنا ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ملک میں فی الحال ایسے ایسے واردات رونما ہو رہے ہیں جس سے ہندوستان کی جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے الیکشن سے قبل عوام کے دکھ درد کی آہ بھری تھی اور لوگوں سے اچھے دنوں کا وعدہ کیا تھا لیکن حکومت کی گدی ملنے کے بعد عوام کو بھول کر گجرات میں ترقیاں کر رہے ہیں اور نئی نئی ٹرینیں چلوانے کا اعلان کر رہے ہیں اور بچاری عوام غربت کے مارے بے حال ہو رہے ہیں نہ جانے کتنے لوگ سڑکوں پر راتیں بسر کر رہے ہیں۔ اسی طرح کشمیر کے (Act ۳۷۰) کو بھی مکمل طور پر ہٹانے کی کوشش میں لگے ہیں جہاں لوگوں کو چند امتیازی خصوصیات دی گئی تھیں۔ کیا یہی ترقی ہے؟ کیا یہی جمہوریت ہے؟ ہندوستان میں ایک غریب آدمی جسکے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، زندگی گزارنے کے کچھ وسائل نہیں، اسکا سماج میں کچھ مقام نہیں۔ لیکن ایک مالدار آدمی کو سماج میں تمام سہولیات مہیا ہیں۔ RSS کے صدر موہن بھاگوت نے کہا کہ جو ہندوستان میں رہتا ہے وہ ہندو ہے کیونکہ ہندو کوئی دھرم نہیں ہے۔ اس بات کا کسی کو انکار نہیں کہ ہندو کوئی دھرم نہیں لیکن ایک دھرم کی شناخت تو ہے۔

لیکن ہمارا بھارت بھارت تھا اور بھارت رہیگا۔ VHP کے سربراہ پروین تو گاڈ یا اور RSS کے لیڈروں نے کہا کہ ۲۰۲۱ تک ہندوستان ایک ہندو راشٹریا بن جائیگا اور رام مندر بھی قائم ہو جائیگی۔ اسی طرح RSS کے سربراہ موہن بھاگوت نے دور درشن پر اپنے خطاب میں واضح طور پر کہا کہ ”ہندو تو اہندوستان کی پہچان ہے۔ لوگوں کی ترقی و نجات اسکو اپنانے سے ہوگی۔ وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ نے بالکل صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ RSS سرکار سے باہر کوئی طاقت نہیں ہے۔ میں RSS سے ہوں اور ہم سوئم سیوک ہیں۔ اس لئے ہمکو اس سے کوئی نقصان نہیں اگر نقصان ہوتا تو ہمکو ضرور سمجھ میں آ جاتا۔ اور اسی طرح ۲۱ تا ۲۳ نومبر ۲۰۱۴ تک ہندو وشوا کا نفرنس چلایا گیا جس میں ہندو دھرم کے متعلق اور انکی فلاح و بہبودی کے بارے میں چرچے کئے گئے۔ جسکے بارے میں ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی نے کچھ بھی نہیں کہا اور پرسکون انداز میں انکا اقرار بھی کیا۔

اگر ہندوستان ایک جمہوری حکومت اور سیکولر ملک ہے تو روز بروز مذہبیت کو کیوں فروغ دیا جا رہا ہے؟ ”بھگوت گیتا“ کو ہندوستان کے تمام اسکولوں کے نصاب میں شامل کرنے کی کوششیں کیوں ہو رہی ہیں؟ کشمیر کے دفعہ ۳۷۰ ہو یا بابر مسجد کا انہدام، رام مندر کی تعمیر ہو یا پھر سول کوڈ (Civil Code) کی بازگشت، ہر جگہ حکومت کی ایک طرفہ کاروائی ظاہر ہے اس لئے ایسے نازک اور پر فتن دور میں حکومت ہند کو چاہئے کہ فتنوں پر لگام لگائے، ہندوستانیوں میں جمہوریت کے مقاصد کو مضبوط بنائے، انہیں قائم رکھنے کا جذبہ پیدا کرے، تمام فتنوں کا خاتمہ کرے اور ہندوستان کی حالت کو کنٹرول میں رکھے ورنہ وہ دن دور نہیں کہ ہندوستان کی جمہوریت تباہی سے دور چار ہو جائیگی۔

کنیات سے مشہور صحابہ کرام کے اسماء

ابوذر غفاریؓ : جناب بن جنادۃ

ابوایوب انصاریؓ : خالد بن زید نجاری

ابودرداءؓ : عویم بن مالک

ابوطحہؓ : زید بن سہل

ابوہریرہؓ : عبدالرحمن

ابوموسیٰ اشعریؓ : عبداللہ بن قیس

مزاحیہ نظم

ترانہء کرکٹ

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا
کرکٹ کے فیلڈ میں ہے سارا جہاں ہمارا
گیندوں کے سائے میں ہم پل کر چلے ہوئے ہیں
بلا سیا لکھوٹی قومی نشان ہمارا
بولنگ سے ڈرنے والے برطانیہ نہیں ہم
اور میں کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
دفتر ہیں سب معطل اسکول ہیں مقفل
کرکٹ میں مست ہے ہر پیر و جواں ہمارا

اعلان

میگزین کے متعلق کسی بھی قسم کے تبصرے مندرجہ ذیل
ایمیل پر ارسال فرمائیں۔

sada-e-huda@gmail.com

موبائل ورلڈ

کمپنی دنیا

محرارقم انصاری

حیثیت سے کام کرتی تھی، مگر آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے ٹھیک تیس سال کے بعد یہ کمپنی اینشورنس، کپڑے کی تجارت، اور ریٹیل جیسی دوسری سروس بھی شروع کر دی۔ ۱۹۶۰ء میں سامسنگ نے الیکٹرونک سامان بنانا شروع کیا۔

لی بینگ چل (Li-byung-chul) کی وفات کے بعد سامسنگ چار حصوں میں بٹ گئی، ۱۹۹۰ء میں سامنگ بڑے پیمانے پر موبائل بنانے شروع کیا اور ہنیر اس کا ذریعہ آمدنی کا سبب بنا۔

کڑی مشقت کے بعد سامسنگ ۲۰۰۷ء میں امریکن کمپنی موٹورولا (Motorola) کو پیچھے کرتے ہوئے دنیا کی دوسری سب سے بڑی موبائل ساز کمپنی بن گئی۔ اب صرف ایک ہی کمپنی اس کے مد مقابل تھی وہ تھی ”نوکیا“ (Nokia)، ۲۰۱۳ء میں ۲۴ مارکیٹ شیئر لے کر اور ۴۴۴ ملین موبائل بیچ کر سامسنگ دنیا کی سب سے بڑی موبائل کمپنی بن گئی۔

(۲) نوکیا (Nokia)

۲۰۱۲ء تک نوکیا دنیا کی سب سے بڑی موبائل کمپنی رہی۔ نوکیا کمپنی تقریباً ۱۲۰ ملکوں میں ۹۰،۰۰۰ مزدوروں کو رکھنے کے ساتھ ساتھ ۱۵۰ ملکوں میں اپنا موبائل بھی بیچتی ہے۔ انڈیا میں سامسنگ کے بعد دوسرے نمبر پر نوکیا صارفین کی تعداد (۲۸ فیصد) پائی جاتی ہے۔

نوکیا کمپنی شروع میں ایک ریفریکٹری کی صورت میں ۱۸۷۱ء کو ایڈوارڈ پولن (Edward polon) کے

زمانہ قدیم ہی سے انسانوں نے پیغام رسانی کے لئے بہت دقتوں کا سامنا کیا۔ کتنا ہی اہم پیغام کیوں نہ ہو پہنچتے پہنچتے زیادہ سے زیادہ ایک دو ہفتے ضرور لگ جاتے تھے۔ مگر جیسے ہی انسانوں نے اپنی توجہ جنگ و جدال سے ہٹا کر امور معاش کی طرف کی تو پیغام رسانی کے نت نئے طریقے سامنے آئے، اس میں سے سب سے اہم اور آسان طریقہ تھا ”موبائل فون“۔ ۱۹۷۳ء میں سب سے پہلے موٹورولا (Motorola) نے دو کلو کا دنیا کا سب سے پہلا موبائل فون متعارف کرایا۔ موبائل فون کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ قبول کیا۔ موٹورولا کے علاوہ اور دوسری کمپنیوں نے بھی اس میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لئے اور نئے نئے اسٹائل کے موبائلز لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ مندرجہ ذیل کمپنیاں انہیں کی چند مثالیں ہیں۔

(۱) سامسنگ (Samsung)

انڈیا کی اکثر دوکانوں میں دوسری کمپنیوں کی بنسبت سامسنگ کا موبائل زیادہ نظر آتا ہے کیونکہ سامسنگ دنیا کی سب سے بڑی موبائل کمپنی ہے۔ غریب سے لے کر امیر تک سبھی نے کسی دوسری کمپنی کا نام سنا ہو یا نہ ہو مگر سامسنگ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ انڈیا میں سامسنگ صارفین کی تعداد تقریباً ۳۲ فی صد ہے جو کسی دوسری موبائل کمپنی کو حاصل نہیں ہے۔

سامسنگ کی بنیاد جنوب کوریا (S.Korea) میں لی بینگ چل (Lee Byung-chul) نے ۱۹۸۳ء میں رکھی۔ شروع شروع میں یہ صرف ایک عام تجارتی کمپنی کی

(۳) اپل (Apple)

اپل کی سنگ بنیاد کالی فورنیا (امریکہ) میں اسٹیو جوبس (Steve jobs) اور اس کے دوست اسٹیو ورنیک (Steve wozanik) اور رونا لڈوین (Ronald Wayne) نے ۱۹۷۶ء میں رکھی۔ شروع شروع میں اپل صرف کمپیوٹر بناتی تھی مگر جب لوگوں کی توجہ موبائل فونز کی طرف مبذول ہو گئی تو ۱۹۷۷ء میں اپل نے لوگوں کے سامنے اپنا پہلا موبائل فون متعارف کرایا۔

۲۰۱۳ کے سروے کے مطابق اپل دنیا کی تیسری سب سے بڑی موبائل کمپنی ہے۔ پندرہ/۱۵ ملکوں میں اس کی ریٹیل دوکانیں بھی موجود ہیں جس میں تقریباً ۲,۸۰۰-۷۷۷ مزدور کام کرتے ہیں۔ انڈیا میں اپل صارفین کی تعداد بہت کم یعنی صرف چار فیصد ہی ہے۔ اپل کا موبائل زیادہ قیمتی ہونے کی وجہ سے اس کے صارفین کی تعداد ہندوستان جیسے ملکوں میں بہت کم ہے۔ ابھی حال ہی میں اپل نے اپنا دو موبائل آئی فون - ۶ (Iphone-6) اور آئی فون - ۶ پلس (Iphone-6+) لانچ کیا جس کی قیمت تقریباً ستر سے اسی ہزار کے درمیان ہے۔ مگر اس کے باوجود اپل کمپنی کی مانگ مارکیٹ میں بہت زیادہ ہے۔ جس کا اندازہ ہمیں اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اپل دنیا کی تیسری سب سے بڑی موبائل کارساز کمپنی ہے۔

(۴) ایل۔ جی۔ (LG)

۱۹۵۸ء میں ان ہوئی کی کو (Inhuwuki-koo) کے ہاتھوں گولڈ اسٹار (Gold star) نامی ایک کمپنی جنوب کوریا میں ابھری، بعد میں لاک ہوئی (Lak-hui) نے اس کے نام کے آگے 'Lucky' کا اضافہ کیا اس طرح اس کا نام ایل۔ جی۔ (LG) یعنی (Lucky Goldstar) پڑا۔

ہاتھوں سے فن لینڈ میں قائم ہوئی۔ یہ فیکٹری نوکین ورتا (Nokian virta) نامی ایک ندی کے قریب قائم ہونے کی مناسبت سے ایڈوارڈ پولن نے اس کمپنی کا نام ”نوکیا“ تجویز کیا۔ ایڈوارڈ پولن تقریباً ۳۰ سال تک اس کمپنی کے چیرمین رہے۔ یہ کمپنی اسی طرح چلتی رہی حتیٰ کہ ۱۹۸۸ء میں جورمانیمین (Jorma Neiminen) نامی ایک شخص اپنے ساتھ دو مزدوروں کو لے کر موبائل فونز یونٹ سے استعفیٰ دے کر خود کی ایک دوسری موبائل فون کمپنی قائم کی، اور اس کا نام بنی فون اوئے (Benefon oy) تجویز کیا، ایک سال بعد یہ کمپنی نوکیا کے ساتھ مل کر کام کرنے لگی اور کمپنی کا نام تبدیل کر کے نوکیا موبائل فونز رکھ دیا گیا۔

شروع شروع میں نوکیا نے سیمین پلیٹ فارم (Symbian Platform) پر اپنا موبائل متعارف کرایا، مگر ۲۰۰۹ء میں جیسے جیسے اینڈروئیڈ (Android) اور آئی۔ او۔ ایس (IOS) کی مانگ بڑھتی گئی اسی طرح سیمین کی مانگ گھٹتی گئی اسی ڈر کی وجہ سے ۲۰۱۱ء میں نوکیا نے میکروسافٹ (Microsoft) کے ساتھ بزنس کرنے کا اعلان کیا اور اسی کے ساتھ ونڈوس (Windows) پلیٹ فارم پر لومیا سیریز (Lumia series) کو متعارف کرایا مگر جتنی مقبولیت اینڈروئیڈ پلیٹ فارم کو حاصل ہوئی اتنی ونڈوس پلیٹ فارم کو حاصل نہ ہو سکی۔ اس کی سب سے اہم وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ونڈوس پلیٹ فارم میں اتنی زیادہ اپلیکیشنس (Aplications) اور گیمس (Games) موجود نہیں جتنے اینڈروئیڈ پلیٹ فارم میں پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ۲۰۱۲ء میں نوکیا اپنا پہلا مقام برقرار نہ رکھ سکا اور سامسنگ سے پیچھے ہوتے ہوئے دنیا کی دوسری سب سے بڑی موبائل کارساز کمپنی بن گئی۔

کون کتنے پانی میں؟؟؟

☆ برصغیر کے ان دو ملکوں کا نام بتائیں جنہوں نے رابندر ناتھ ٹیگور کے ترانے کو بطور قومی ترانہ اپنایا؟
(بھارت + بنگلہ دیش)

☆ مجسمہ آزادی (Statue of Liberty) امریکہ کا قومی نشان ہے۔ بتائیے اس مجسمے کے کس ہاتھ میں مشعل ہے؟
(بائیں)

☆ سفید ہاتھی کا سرزمین کسے کہا جاتا ہے؟ (تھائی لینڈ)
☆ گونگا پرندہ کس جانور کو کہا جاتا ہے؟ (سارس)

☆ چھاپہ خانہ (Printing House) کا موجد؟
(جان گائٹ برگ)

☆ قرأت کا امام کس صحابی کو کہا جاتا ہے؟
(حضرت ابی بن کعب)

☆ اسلامی تاریخ میں ۶۳۰ء کی کیا اہمیت ہے؟ (فتح مکہ)
☆ مسجد عمر کہاں ہے؟ (بیت المقدس، یروشلم)

☆ عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں کس نے انتقال فرمایا؟ (سعد بن ابی وقاص)

☆ حضور کی ٹوپی کا نام کیا ہے؟ (سبوع)

☆ آپ کی بکری کا نام؟ (علیشہ)

☆ آپ کی ترکش کا نام؟ (عزہ)

☆ قدرتی کیمیائی عناصر میں کتنے عناصر سمندر کے پانی میں موجود ہیں؟
(۷۳)

جنوب کوریا میں سب سے پہلے فریج، ریڈیو اور ایئر کنڈیشن ایل۔ جی۔ (LG) ہی کے ذریعے منظر عام پر آیا۔

ایل۔ جی۔ (LG) دنیا کی چوتھی سب سے بڑی موبائل کمپنی ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کی سب سے بڑی ٹی۔ وی کارساز کمپنی بھی ہے۔ تقریباً ۱۰۰ ملکوں میں اس کی مختلف دوکانے بھی موجود ہیں، جس میں تقریباً ۸۲،۰۰۰ مزدور کام کرتے ہیں۔ ایل۔ جی کی دوکانیں ہندوستان میں کم ہونے کی وجہ سے اس کے صارفین کی تعداد صرف دو فیصد ہی ہے۔
(۵) (زیڈ۔ ٹی۔ ای) (ZTE)

زیڈ۔ ٹی۔ ای کی بنیاد چین میں ہوئی۔ ویگونی (HUI-weigui) نے ۱۹۸۵ء میں رکھی۔ شروع میں اس کمپنی کا نام زونگ زنگ سمیکٹور کمپنی لمیٹیڈ (Zhongxing semiconductor co) تجویز کیا گیا تھا، لیکن پھر اس کا نام تبدیل کر کے زونگ زنگ (نیو) ٹیلی کمیونیکیشن ایکو پمنٹ لمیٹیڈ (Zhongxing (New) Telecommunication Equipment Ltd. یعنی زیڈ۔ ٹی۔ ای (ZTE) رکھا گیا۔ زیڈ۔ ٹی۔ ای موبائل بنانے کے ساتھ ساتھ نیٹ ورک سروس جیسے دوسرے کام بھی انجام دیتی ہے۔ مگر مشہور موبائل بنانے کی وجہ سے ہی ہے۔ زیڈ۔ ٹی۔ ای دنیا کی پانچ بڑی موبائل کارساز کمپنیوں میں شامل ہے، مگر شاید ہی کسی ہندوستانی نے اس کا نام سنا ہو، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ زیڈ۔ ٹی۔ ای کمپنی والوں نے ابھی تک اپنا موبائل فون ہندوستان میں لانچ نہیں کیا، اور نہ ہی اس کی ریٹیل دوکانیں ہندوستان میں موجود ہیں۔

سید محمد مبشر رضا کٹیہاری
چیف ڈیزائنر
دومانی صدائے ہدی

کمپیوٹر کی دنیا

UNIVAC وغیرہ۔

دوسری جنریشن ۱۹۶۵ء - ۱۹۷۰ء

اس زمانے میں Large Memory کا سسٹم آیا۔ اور اسی زمانے میں ایک زبان سے دوسرے زبانوں میں تراجم کا بھی سسٹم کمپیوٹر کے اسکرین پر نظر آنے لگا۔

تیسری جنریشن ۱۹۷۰ء - ۱۹۷۵ء

۱۹۷۰ء میں DIC نے PDP تیار کیا۔ جو کہ سب سے پہلا چھوٹا کمپیوٹر تھا۔ اس سے پہلے کے تمام کمپیوٹر کے قد ایک کمرے کے برابر ہوتے تھے۔ اور اس کے بعد اس میں سب سے پہلا ویڈیو گیم بنام Space War بھی کھیلا گیا۔

خط کا استعمال بہت ہی دشوار گزار تھا کیونکہ ایک بات کو کہنے کیلئے ہفتوں ہفتوں گزار جاتے جس کے باعث ای میل کا ایجاد ہوا۔ جس کی ابتداء ۱۹۶۱ء میں ہوئی اور وہ ۱۹۶۶ء کو تکمیل تک پہنچی۔

چوتھی جنریشن ۱۹۸۵ء - ۱۹۹۰ء

ALTAIR 8800 نے کمپیوٹر کی دنیا میں نئی تبدیلی لائی۔ بل گیٹس اور پاؤل آلن نے میکروسافٹ تیار کیا جسے ALTAIR BASIC کہا جاتا ہے۔

Windows اور Mac-Dos نے مل کر

کمپیوٹر کی دنیا میں بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ مینوز تیار کئے، آن لائن بنائے اور کمپیوٹر چلانے کیلئے بہترین بہترین سہولتیں فراہم کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ آج ایک موز (MOUSE) اور کی بورڈ کی مدد سے اپنے اندر کے

کمپیوٹر کی ابتداء دوسری عالمی جنگ کے بعد سے ہوئی۔ کیونکہ اس وقت کمپیوٹنگ کی اشد ضرورت تھی۔

کیونکہ دوسری عالمی جنگ میں بہت سے حسابی آلات تیار ہوئے تھے۔ جن میں پاسکل، لیبیز اور جاکوارڈ کے حسابی آلات بہت مشہور ہوئے، لیکن ان سب میں کام کرنا دشوار گزرتا تھا اور ان میں زیادہ وقت درکار تھا۔ تو اسی اثناء چارلس بیچ کے ۱۸۴۷ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان ایک ڈفرنس انجن نمبر ۲ (Difference Engine No-2) تیار کئے گئے حسابی آلہ پر تحقیقات ہوئیں پھر یو ایس فوجی اور آئی بی ایم کے چند اشخاص نے مل کر ایک کمپیوٹر ۱۹۳۱ء میں تیار کیا، جو کہ سب سے پہلا کمپیوٹر تھا، جو MARK-1 کے نام سے جانا گیا۔ اس کی تکمیل ۱۹۴۴ء کو ہوئی۔

پھر ۱۹۴۶ء میں جے پرسپر اور جوہن موسلی نے ایک اور کمپیوٹر تیار کیا، جس کا نام ENIAC رکھا گیا۔ اور اس کے بعد سب سے پہلا کمپیوٹر جو کہ پروگرام اسٹورنگ سسٹم کا حامل تھا، اون نیومن کے ہاتھوں تیار ہوا۔

پھر اس کے بعد کمپیوٹر ترقی کی راہ میں بہت سے مراحل طے کرتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔

کمپیوٹر کے پانچ جنریشن ہیں۔ جن میں کمپیوٹر بہت سی تبدیلیوں سے گذرا۔

پہلی جنریشن ۱۹۵۰ء - ۱۹۵۵ء

اس زمانے میں کمپیوٹر تھیرمونک ٹیوبس کی مدد سے چلتا تھا۔

مثالیں ENIAC, EDVAC, EDSAC, MARK 1,

تیار کیا تو APPLE نے ۱۹۹۹ء میں MAC OS X تیار کیا۔

اور W.W.W نے کمپیوٹر اور نیٹ ورکنگ کی دنیا میں تو ایک اور روح اور جان ڈال دی۔ جس کے باعث آج GOOGLE اور YAHOO منظر عام پر ہیں۔ اور جس کے سبب آج بہت سی سوشل نیٹ ورکنگ Facebook, Twitter جیسی سائٹس لوگوں کے درمیان اتصال کا کام آسانی پیدا کرنے میں بڑی ہی کارآمد ہیں۔

۲۰۰۸ء میں IBM Roadrunner دنیا کا سب سے اسپید چلنے والا کمپیوٹر تیار کیا جو کہ 1.026 PFLOPS ہے۔ اور یہ مووی میکنگ اور مووی آنیمیشن کے فیلڈ میں سب سے اسپید چلنے والا کمپیوٹر ہے۔

تمام پروگرامس کو انسان کے سامنے اسکرین پر رکھتا ہے۔ اور اس موز کا سب سے پہلا استعمال ایک زیروکس والے نے ۱۹۸۱ء میں کیا۔

پہلا پورٹبل کمپیوٹر 1 Osbrone تھا جس کی اختراع ۱۹۸۱ء کو عمل میں آئی۔ دیگر کمپیوٹس TRS-80 Model 100 1102 اور IBM 5155 اسکے بعد میں عمل میں آئے۔

پھر ونڈوز اور اپیل نے مل کر کمپیوٹر کی چھوٹائی کے ساتھ ساتھ اس کی رفتار میں مزید زیادتی کیلئے اور عقلیں استعمال کئے اور اسی کمی کو پورا کرنے والا سب سے پہلا کمپیوٹر 1 Cray تھا، جو کہ ۱۹۷۶ء کو عمل میں آیا۔ اور وہ دنیا کی نمبر 1 تیز رفتار کمپیوٹر بن گئی۔ جس کی اسپید 250 MFLOPS ہے۔

پانچویں جزیں ۱۹۸۵ء-حال

۱۹۸۵ء کے بعد سے ہر جگہ کمپیوٹر کا ہی دور دورہ ہونے لگا۔ ہر جگہ کمپیوٹر کی کمپنیاں بنی شروع ہو گئیں۔ بس اسی سبب آج کمپیوٹر آئے دن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ AMD اور Intel کمپیوٹر پروسسنگ کی اہم کمپنیوں میں شمار ہونے لگیں۔

اسی طرح ونڈوز کی بہت سی کمپنیاں ہیں جس میں ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر کی اختراعات کا کام ہوتا رہتا ہے۔ اور APPLE کیلئے بھی بہت سے اہم اہم سافٹ ویئر ہیں۔ Nvidia اور کمپیوٹر ATI یہ دونوں کمپنیاں ایک دوسرے کے حریف ہیں تاکہ وہ شہنشاہ ہارڈ ویئر گرافک بن جائیں۔

سافٹ ویئر کی کمپنیاں بھی بہت عروج پر ہیں۔ مائیکروسافٹ نے ۱۹۹۵ء میں WINDOWS 95

مزاحیہ اشعار

کیوں رات گئے تنہا قبر کھود رہا ہے غالب
لا پھاؤڑا مجھے دے دے
ہم تیرے در پہ بار بار آئینگے سوالی بن کر
گھنٹی بجائیں گے اور بھاگ جائیں گے
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
بہار سے پہلے بنگال آتا ہے
بہت امید سے آئے تھے تیرے در پہ صنم
ظالم تم نے ہی ہزار مانگ لئے

تفسیر کا لغوی معنی ہے کشف و اظہار اور اصطلاحاً تفسیر کا معنی قرآن کریم کے الفاظ کے معانی ظاہر کرنا اور مراد کے بیان کو کہتے ہیں۔ اور تفسیر مطلب کہ صرف ان معنوں کو بیان کرنا جو مخفی اور پوشیدہ ہوں بلکہ انکے ساتھ ہی ساتھ ظاہر و واضح معنوں کو بھی بیان کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔

جب بھی کوئی عالم دین یا مفسر قرآن مجید کے کسی معنی کی مراد بیان کرے تو ضروری نہیں کہ اس کا اصلی معنی بھی وہی ہو بلکہ دوسرے معانی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ مفسرین کرام کے خیالات میں پیدا ہونے والے معانی یا ان کے ذہن کی مراد قرآن کے الفاظ کے بھی یا مرادیوں تو حتمی نہیں ہیں۔ اس لئے اکثر مفسرین کرام اپنی تفسیر کے آگے ہذا المعنی عندی واللہ علم بالصواب کے جیسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، لفظ تفسیر مطلقاً ہر طرح کی تفسیر پر دلالت کرتی ہے جیسے صرف لغوی طور پر تفسیر کرنا یا قرآن سے کسی حکم کا استنباط کرنا یا سبب نزول کو بیان کرنا وغیرہ۔

قرآن کریم کی چند آیتیں دوسری آیتوں کی تفسیر کے طور پر ہی منزل ہوتی ہیں، اس تفسیر کو 'تفسیر القرآن بالقرآن' کہا جاتا ہے۔ بعض آیتوں کی تفسیریں آپ ﷺ نے خود کی ہے جو آپ ﷺ کی احادیث کریمہ میں موجود ہیں، اس قسم کی تفسیر کو 'تفسیر القرآن بالسنة' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَإِنزَلْنَا إِلَيْكَ الْقُرْآنَ لَيْسَ لِلنَّاسِ لِنَاسٍ مَّا نَزَلَ الْهِمَمُ﴾ (سورہ النحل ۶۶) ترجمہ اے محبوب ﷺ، ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو انکی طرف اترا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب کسی آیت شریفہ کی مراد سے ناواقف و نا آشنا ہوتے تو دوسرے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ اور تابعین عظام کا بھی یہی منہج رہا ہے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ

مدینہ منورہ، عراق اور شام کے مدارس اور جامعات میں بھی قرآن کی آیتوں کی تفسیر سے طلبہ کو آشنا کیا جانے لگا حتیٰ کہ بعد میں تفسیر قرآن ایک علم کی صورت اختیار کر گئی۔ مفسرین کرام کی تفسیر انکے علم اور انکے خاص فنون کے مطابق ہی ہوا کرتی تھی، جس طرح کہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کی ایک ایک آیت میں بہت سے معانی مخفی اور پوشیدہ ہوا کرتے ہیں، اسی لئے بلخ اور فصیح علماء دین و متین نے قرآن کی تفسیر میں فصاحت اور بلاغت کو زیادہ مقدار میں بیان کیا، فقہاء نے احکام و مسائل نکال کر تفسیر کی، علم العقیدہ اور علم الکلام کے شہ سواروں نے اس قرآن کی تفسیر عقائد و کلام سے کی۔ غرض ہر ایک نے اپنی اپنی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کی، اور تفسیر وہ عظیم فن بن گیا جس فن میں ہزاروں ہزار کتابیں تصنیف و تالیف کی گئیں۔

تفسیر میں بہت سی اشیاء کا اعتبار ہوتا ہے، اور ان اعتبارات سے کئی قسمیں بن جاتی ہیں ان میں سے بعض اعتبارات مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) تفسیر کو اس کے حاصل ہونے کی حیثیت سے دیکھنا اس اعتبار سے تفسیر کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔
- (۱) ایسی تفسیر جسے عرب اپنے کلام میں سمجھ لیں۔
- (۲) ایسی تفسیر جو کسی پر خفی نہ ہو (جو بہت ہی ظاہر و واضح ہو)
- (۳) ایسی تفسیر جسے علماء کرام جانتے ہوں۔
- (۴) ایسی تفسیر جو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم میں ہو۔
- (۲) تفسیر کو اسکی نقل کے اعتبار کرتے ہوئے دیکھنا جیسے قرآن سے ہی تفسیر ہو یا سنت سے ثابت ہو یا اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا تابعین عظام سے وارد ہو اس اعتبار سے تفسیر کی تین قسمیں ہیں۔
- (۱) تفسیر بالروایہ (تفسیر ما ثور) (۲) تفسیر بالدرایہ (تفسیر بالرای) (۳) تفسیر بالاشارہ (تفسیر اشاری)

علوم و فنون
علم تفسیر پر ایک نظر
محمد حسن رضا

آئینہ غوث اعظم

شخصیات

سید صلاح الدین علی

جیلان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کی خبر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دی تھی کہ فلاں صدی میں تیری آل سے ایک بچہ عبدالقادر ہوگا جو غوث اعظم بنے گا۔ یطن مادر ہی میں آپ سے کمالات و کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ جب آپ یطن مادر ہی میں تھے کہ ایک سائل نے دروازے پر آکر صدا لگائی۔ وہ بد بخت آپ کی والدہ کو گھر میں تنہا پا کر گھسا چلا آیا۔ اسی وقت غیب سے ایک شیر نمودار ہوا جو اسے وہیں چیر پھاڑ کر غائب ہو گیا۔ وہ شیر کوئی اور نہ تھا وہ حضور غوث اعظم تھے۔

عبادت اور وعظ و درس :

حضور غوث اعظم سولہ برس کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے اور سات ہی برس کے اندر فضل رب سے جملہ علوم و فنون میں درجہ تبحر حاصل کئے۔ اس کے بعد حضرت ابوالخیر ابوسعید کے مرید ہو گئے اور مجاہدات و عبادات میں مصروف رہنے لگے۔ یہ حالت تھی کہ مکمل پچیس برس آپ جنگلوں میں مستانہ وار پھرتے رہے۔ ہوش آتا تو عبادت میں مصروف ہو جاتے ورنہ پھر نعرے لگانے لگتے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے رہے۔ حضور غوث اعظم جب نماز پڑھتے تو ہر ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ جب پوری طرح تزکیہ باطنی ہو چکا تو آپ نے وعظ و پند کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کے تقاریر سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے اور دوران تقریر چیخ چیخ کر رویا کرتے تھے۔ اور بیشمار مخلوق نے اسلام قبول کیا۔ آپ خود درس دیتے تھے۔ جن

اس خاکدان گیتی پر دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے لئے خدا تبارک و تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ اور جتنے بھی انبیاء تشریف لائے سب کا ایک ہی مقصد تھا اللہ تعالیٰ کی دین کی اشاعت و ترویج کرنا۔ نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام اور تابعین کرام نے اس امانت کو سنبھال کر رکھا اور جانفشانی و عرق ریزی کے ساتھ دین اسلام کی پاسبانی فرمائی۔ اسکے بعد جب اس چہار دانگ عالم میں ظلمت و کفر کی شدت جوق در جوق بڑھنے لگی تو اللہ نے اپنے دین حنیف کی حفاظت و صیانت کیلئے اولیائے عظام کو اس جہان ہست و بود میں پیدا فرمایا۔

اس چمنستان میں بہت سے اولیاء کرام کی جلوہ گری ہوئی۔ مگر پیران پیر روشن ضمیر حضور محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی بات ہی کچھ نرالی ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار بن کر اس چمنستان میں تشریف لائے۔ اسی طرح حضور محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم تمام اولیاء کے سردار بن کر اس چمنستان میں تشریف لائے۔ اور جن کا قدم مبارک تمام اولیاء کے گردن مبارک پر ہے۔ اسی سلسلے میں خواجہ جواگن غریب نواز حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم کا قدم مبارک محض میرے گردن پر ہی نہیں ہے بلکہ میری آنکھوں کے پلکوں پر بھی ہے۔

ولادت باسعادت :

حضور غوث اعظم شب اول رمضان ۴۷۰ھ کو

طلباء کے پاس خرچہ نہ ہوتا آپ اپنے پاس سے خرچہ دیتے اور غریب طلبہ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔

افادہ خلق اور فیوض و برکات :

ابتدا میں آپ کو بہت جلال تھا۔ اتنا کہ کوئی خوف کے مارے آپ کا نام بلا وضو نہ لیتا تھا۔ آپ جس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھ لیتے تھے وہ جل کر خاک ہو جاتا۔ مگر آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر جلال ترک کر دیا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ ہر وقت شان جمالی میں رہتے تھے۔ سب سے خلق و ملاطفت سے پیش آتے تھے۔ کسی پر غصہ نہ کرتے تھے۔ روزانہ ہزار ہا افراد آپ کے مرید ہوتے اور دور دور سے آکر آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرتے۔ آپ چالیس برس تک خلق خدا کو نصیحت و ہدایت کرتے اور راہ حق دکھاتے رہے۔ آپ یہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بے علم ہو تو پڑھانے کو آپ کا مدرسہ موجود تھا اور غریب ہو تو انہیں دینار و درہم سے ان کی امداد کرتے تھے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جو کچھ جس روز ملتا اسی روز مستحقین کو تقسیم کرتے اور اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتے۔ زندگی میں بلا مبالغہ آپ نے لاکھوں نہیں کروڑوں روپے غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کئے آپ کی عادت تھی کہ کسی بھی سائل کو اپنے در سے محروم واپس نہ جانے دیتے۔

کرامات :

(۱) ایک روز ایک عورت نے عرض کیا کہ میری لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ دعا فرمائیے کہ لڑکا بھی پیدا ہو، آپ نے فرمایا۔ جا گھر دیکھ۔ تیری جتنی لڑکیاں تھیں وہ سب لڑکے ہو گئیں۔ گھر جو واپس آئی تو واقعی اس نے اپنی تمام لڑکیوں کو لڑکا پایا۔

(۲) ایک دفعہ حضور غوث اعظم بیٹھے ہوئے وضو

فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا نے اوپر سے بیٹ کر دی جس سے آپ کے کپڑے نجس ہو گئے۔ آپ نے نظر اٹھا کر تیز نگاہ سے جو دیکھا تو وہ چڑیا اسی وقت مر کر سامنے گر پڑی۔ آپ کو رحم آگیا۔ اللہ سے دعا کی۔ اسی وقت زندہ ہو گئی۔

(۳) ایک عورت کا بیٹا ڈوب گیا۔ وہ فریاد کرنے لگی کہ میرا تو صرف یہی ایک بیٹا تھا۔ میں نہیں جانتی ہوں کہ حضور مجھے بیٹا عنایت کرینگے یا نہیں۔ آپ نے کہا روتی کیوں ہو۔ گھر جا کر تو دیکھ۔ واپس جو گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا خوش و خرم گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔

صاحبزادہ یحییٰ کی ولادت :

عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سخت علیل ہو گئے ہم ان کے ارد گرد آبدیدہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا۔ ”فانی لا اموت ان یحییٰ فی ظہری لا بدن یخرج الی الدنیا“۔ ابھی مجھے موت نہیں آئے گی۔ میری پشت میں یحییٰ نامی لڑکا ہے جس کی پیدائش ضرور ہوگی۔ آپ کے فرمان کے مطابق صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو آپ نے اس کا نام یحییٰ رکھا۔ پھر آپ عرصہ دراز تک زندہ رہے۔

اولاد و وفات :

حضور غوث اعظم گیارہ ربیع الاخر ۵۶۱ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور بغداد شریف کے باب الدرج میں مدفون ہوئے۔ مزار مبارک آج بھی حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جو بزرگ بغداد پہنچے اور مزار اقدس کی زیارت نہ کرے اس کی تمام کرامات ضبط ہو جاتی ہیں۔ آپ کو دس بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سب کے سب درجہ کمال کو پہنچے۔ سلسلہ قادریہ عالیہ آپ ہی سے چلا۔ ہر ملک کے حصے میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔

کون کتنے پانی میں؟؟؟

غلام ربانی سیواتی

- ☆ انسانی تاریخ میں سب سے عظیم شخصیت کسے کہا جاتا ہے؟
(محمد مصطفیٰ ﷺ)
- ☆ میسور کا شیر کون ہے؟
(ٹیپو سلطان)
- ☆ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ہیں، سید الاحرار کون ہیں؟ (حسرت موہانی)
- ☆ پنجاہ کا شیر کون ہے؟
(لالہ لاجپت رائے)
- ☆ نائٹ ایگل آف انڈیا کس ہندوستانی خاتون کو کہا جاتا ہے؟ (سروجنی نائیڈو)
- ☆ لالہ لاجپت رائے؟
- ☆ پھانسی پر جانے والا پہلا مسلم انقلابی کون ہے؟
(اشفاق اللہ خان)
- ☆ علامہ اقبال نے پہلا مرثیہ کس شخصیت کے انتقال پر لکھا؟
(ملکہ وکٹوریہ)
- ☆ 'جلیان والا باغ' کا قتل عام کہاں اور کب ہوا؟
(امر تسر میں، ۱۱۳ اپریل ۱۹۱۹)
- ☆ علامہ اقبال کی رفتار ایک منٹ میں ۷۲ ہے۔ سانس کی رفتار بتائیے؟ (۱۹ تا ۱۵)
- ☆ بھارت کو تقسیم کرنے کا منصوبہ کس نے بنایا؟
(لارڈ ماونٹ بیٹن)
- ☆ کونسا شخص بھارت کو آزادی دینے کے سخت خلاف تھا؟
(ونسن چرچل)
- ☆ کب رکھی گئی؟ (۱۷۹۲ء میں)
- ☆ بھارت کو تقسیم کرنے کا طریقہ کس نے تلاش کیا؟
(جی (KG) کا طریقہ)
- ☆ کرسٹوفر کولمبس امریکہ کو دریافت کرنے والا شخص کس ملک کا تھا؟ (ہالینڈ)
- ☆ (فرویل)
- ☆ ایشیاء کا سب سے بڑا جاسوسی ناول نگار اسرار احمد کس نام سے معروف ہے؟ (ابن صفی)
- ☆ شاہین کو علامہ اقبال نے مرد مومن کی علامت کیوں قرار دیا؟ (شاہین میں اسلامی فکر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں)
- ☆ ہندوستان کا نیپولین کسے کہا جاتا ہے؟
(سمدر گپت)
- ☆ موز (Mouse) کا موجد کون ہے؟ (آئنگل ڈوگلاس)
- ☆ اولمپک پرچم کس رنگ کا ہے؟ اور کب تیار کیا گیا؟ اور پہلی بار کب لہرایا گیا؟
(۱۹۰۱)
- ☆ سفید رنگ کا، ۱۹۱۳ء میں تیار ہوا، ۱۹۲۰ء میں لہرایا گیا)
- ☆ خراب پانی سے ہونے والا مرض؟
(مدتی بخار)
- ☆ کس اسلامی ملک کا پرچم پولینڈ (Poland) کے پرچم کے الٹے سے بنتا ہے؟
(انڈونیشیا کا)
- ☆ بھارت میں صدر جمہوریہ کا انتخاب کون کراتا ہے؟
(الیکشن کمیشن)

فقہی مسائل اور ان کے حل

محمد حماد رضا

(۱) تعلیم قرآن پر اجرت لینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا حضور ﷺ کے زمانے میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز تھا؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی کرم ہوگا۔

الجواب: تعلیم قرآن پر اجرت لینا عہد رسالت میں حرام تھا مگر بعد کے ادوار میں کسی وقت اس کی اجازت ہوگئی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”قرآن کریم پر اجرت لینے سے نہی میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، یہاں تک کہ حدیث اقدس میں ہے کہ تعلیم قرآن پر عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ایک کمان بھیجی گئی انہوں نے خیال کیا کہ یہ کوئی مال نہیں اور جہاد میں کام دے گی۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ فرمایا: ان اردت ان یطوقک اللہ طوقاً من النار فاقبلھا اگر تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے گلے میں آگ کی طوق ڈالے تو اسے لے لے۔“

”رواہ ابن داؤد وابن ماجہ، وفی الباب عن عبد الرحمن بن حنبل وابی ہریرۃ وعبد الرحمن بن عوف وابی بن کلب وابن بربیدۃ وابی الدرداء وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔“ اور قیاس بھی اس پر شاہد ہے: لان القربۃ متی حصلت وقعت عن العامل ولهذا یعتبروا اہلیتہ فلا یجوز اخذ الاجرة من غیرہ كالصوم والصلاۃ کما فی الہدایۃ۔

اور ہمارے علمائے کرام کا مذہب بھی تحریم اور صدر

اول میں قطعاً رواج معدوم بان ہمہ عرف حادث و ضرورت کے سبب جواز پر فتویٰ ہوا ”بستان الفقہ امام الی اللیث“ میں ہے: اما اذا علم بالاجرة فقد اختلف الناس، فقال اصحابنا المتقدمین: لا یجوز اخذ الاجرة، وقال جماعۃ من علماء المتأخرین: یجوز فالافضل ان لان یشرط للحفظ بل لتعلیم الہجاء والکتابة فلو شرط لتعلیم القرآن ارجو ان لا بأس به لأن الناس قد تواتروا ذلک واحتاجوا الیہ . انه مختصراً : (اجرت پر قرآن حکیم کی تعلیم دینے کے بارے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ ہمارے فقہائے متقدمین فرماتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا ناجائز ہے جبکہ علمائے متاخرین کی ایک جماعت اجازت دیتی ہے۔ تو افضل یہ ہے کہ حفظ قرآن کے لئے اجرت نہ لگائی جائے اگر تعلیم قرآن کے لئے اجرت کی شرط رکھی تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے سلسلے میں مسلمانوں عمل پہلے سے جاری ہے اور اس کی حاجت بھی ہے۔ نظام)

جو کام عہد رسالت میں حرام تھا وہ حالات زمانہ بدلنے کی وجہ سے حلال ہو گیا یہ فرمان رسالت سے اختلاف نہیں، نہ ہی کسی سنی کو اس کا خیال گزرتا ہے کیوں کہ یہ ”شریعت کے مصالح سبعہ“ میں سے کسی ایک کے مطابق ہے۔

(۲) قرأت میں اعرابی غلطیاں

آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ دور حاضر میں اعرابی غلطیاں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں اور کبھی اس طرح قرأت کرتے دیتے ہیں جس سے معنی میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ بنیوا تو جروا۔ (عبدالحکیم جہار کھنڈی)

الجواب: خطا فی الاعراب کے بارے میں ہمارے ائمہ مذہب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ اگر اعراب کی غلطی سے معنی میں فساد آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والقاعدة عند المتقدمين أن ما غير المعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا يفسد سواء كان في القرآن أو لا وإن لم يكن التغيير كذلك فإن لم يكن مثله في القرآن والمعنى بعيد متغير تغييرا فاحشا يفسد أيضا وإن كان مثله في القرآن والمعنى بعيد ولم يكن متغير فاحشا تفسد أيضا عند أبي حنيفة ومحمد (رد المختار ص ۴۲۴ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها. مسائل زلة القاری.)

متقدمین کا ضابطہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسا بدل جائے کہ اس کا اعتقاد کفر ہو تو خواہ وہ لفظ قرآن میں ہو یا نہ ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر تبدیلی ایسی نہ ہو مگر اس کا لفظ بھی قرآن میں نہ ہو اور معنی از مقصود ہو نیز قبیح تک بدل جائے تو یہ غلطی بھی نماز کو فاسد کر دے گی۔ اور اس کا مثل قرآن حکیم میں موجود ہو اور معنی بھی قبیح حد تک نہ بدلے مگر معنی مقصود سے دور ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائیگی یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔

لیکن بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے حالات کا جائزہ لے کر یہ محسوس کیا کہ عوام اکثر وجوہ

اعراب کے مابین کوئی امتیاز کئے بغیر قرأت میں غلطی کر بیٹھتے ہیں تو انہوں نے اپنے ائمہ کرام کے مذہب کے برخلاف اس بارے میں مطلقاً صحت نماز کا فیصلہ سنا دیا کہ ”فساد“ کا مسلک اختیار کرنے میں اکثر عوام اہل اسلام کی نمازوں کو برباد کرنا اور انہیں تارک فرض و مرتکب کبیرہ بنانا لازم آرہا تھا جو امت پر حرج و تنگی کا باعث تھا لہذا آسانی کی فراہمی وصیانت صلوٰۃ کے بلند مقصد کے پیش نظر انہوں نے اصل مذہب سے عدول کیا اور یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ: ”اب خطا فی الاعراب سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔“

فتاویٰ رضویہ میں ہے: خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔ درالمختار اور زلة القاری میں ہے کہ: لو فی الاعراب لا تفسد وإن غیر المعنى به يفتى. ردالمختار میں ہے: لا تفسد فی الكل وبه يفتى. بزازیہ و خلاصہ. (قاری سے اعراب میں غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائے اس پر فتویٰ ہے۔ ردالمختار میں ہے کہ اعرابی غلطی کی تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ بزازیہ، خلاصہ، فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۹۴، ۹۵)

”مسائل زلة القاری“ کے زیر عنوان شامی میں کئی ایک مسئلے ہیں جن میں عموم بلوی یا دفع حرج کی بنا پر مشائخ نے مسلک متقدمین کے برخلاف جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵)

اور بہر حال ان سب مسائل سے یہ بات کھل کر ثابت ہوتی ہے کہ جو غلطی مذہب حنفی میں فساد نماز کا باعث تھی، حالات زمانہ کے بدلنے سے بعد میں وہ فساد نماز کا باعث نہ رہی، اور اب فتاویٰ رضویہ کے مطابق علی الاطلاق اس سے نماز نہ جائیگی۔

اردو ادب اور غیر مسلم خواتین

محمد تحسین رضا خان

آپ بیتانہ ناول میں ہوتا ہے۔ جب ایک انسان اپنی خود نوشت زندگی کو ایک ناول کی صورت میں پیش کرتا ہے تو وہ ناول آب بیتانہ کی صورت میں وجود میں آتا ہے۔ جیسے گیان سنگھ شاطر کا ”کار جہاں دراز“ اور ”ٹیرھی لکیر“ وغیرہ ہیں۔ امریتا پریتم: امریتا پریتم کا تعلق ہندوستانی ریاست پنجاب سے ہے جنکی پیدائش پنجابی خاندان میں ہوئی۔ امریتا پریتم ایک شاعرہ اور ناول نگار ہیں امریتا پریتم کا پہلا ناول ”رسیدی ٹکٹ“ جو انکی زندگی کے حالات سے معمور ہے یہ پہلے پہل پنجابی زبان میں شائع ہوا تھا بعد ازاں اسکو اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ (امریتا پریتم) نہایت ہی نڈر، تیز و طرار خاتون ہیں جس کا اظہار خیال انہوں نے اپنے ناول ”رسیدی ٹکٹ“ میں کیا ہے جس میں انہوں نے اپنا معاشرہ ساحر لدھیانوی کے ساتھ نہایت ہی بیباکی اور نڈر انداز میں بیان کیا ہے۔ عورتوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا پیغام دیا ہے۔ اردو میں اس طرح کی مثالیں نادر ہی ملتی ہیں جیسے جوش ملیح آبادی کی ”یادوں کی بارات“۔ اس میں عورتوں کے وقار کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا گیا جو ہمیشہ لوگوں کی نظر میں کوڑا کباڑ سمجھی گئیں۔ اور اپنی زندگی کا خود فیصلہ لینے والی آزاد خیال بتایا۔

شکنتلا موج: یوپی کے فرخ آباد شہر کے ایک مشہور شاعر اور ادیب راجندر بہادر موج کی اہلیہ شکنتلا موج ایک پڑھی لکھی شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ نثر میں انکی دو کتابیں بہت مشہور ہوئیں ہیں ایک ”تذکرہ فرخ آباد“ اور دوسری ”نل دمنیتی“ ہیں ”نل دمنیتی“ میں شکنتلا موج نے مہا بھارت کا قصہ بیان

اردو نہایت شریں زبان ہے اسکی شیرینی و حلاوت ہر دل کو جیت لیتی ہے۔ ہر شخص اسکے ادائے ناز کا گرفتار ہے۔ ہر ایک اس کے حسن آہنگ پر فدا ہے۔ اردو کا وطن ہندوستان کی مبارک سرزمین ہے اسکا خمیر ہندوستان کے مقامی زبانوں سے گندھا ہوا ہے۔ جس میں عربی، فارسی، ہندی، فرانسیسی وغیرہ شامل ہیں۔ اردو زبان کو ہندو مسلم، مرد و زن نے ملکر نہایت ہی نعم و ناز سے پالا ہے۔

اردو تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ ابتداء سے لیکر اردو پڑھنے اور لکھنے والوں کی اردو ادب میں کافی تعداد رہی ہے۔ ان میں مردوں کے حریف میں عورتوں کی ایک لمبی قطار شامل ہے جس میں ہندو بھی ہیں اور مسلم بھی۔ اردو میں غیر مسلم خواتین کی خدمات کافی حد تک ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عورت فطرتاً کہانی پسند ہوتی ہے۔ اسے بچپن ہی سے اس امر سے کافی لگاؤ رہتا ہے مگر اس کے باوجود عورت کا زیادہ تر رجحان شعر و شاعری کے ہی میدان میں جاتا ہے۔ شعر و شاعری کے بعد انکا سب سے پسندیدہ صنف ”کہانی“ ہے۔ یوں تو اردو ادب میں غیر مسلم خواتین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ مثلاً بملا کماری، امریتا پریتم، شکنتلا موج، اندرا شبنم، کوشلیا شک، اودھنیش رانی وغیرہ۔

بملا کماری: بملا کماری کا تعلق پاکستان کے شہر لاہور سے ہے۔ بملا کماری انکا قلمی نام ہے جبکہ اصلی نام پریمہ ہے۔ انکی کتاب ”ایکٹریس“ کافی حد تک شہرہ آفاق کی منزل تک پہنچ چکی ہے۔ اور ۱۹۴۲ء میں انہوں نے اسکو ایک ناول کی شکل و صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا۔ اب اسکا شمار

کوشلیا شک: کوشلیا شک کا تعلق حیدر آباد سے ہے۔ یہ مشہور ناول نگار اور افسانہ نگار پندرنا تھ کی اہلیہ ہیں۔ انکا افسانوی مجموعہ ”سکھ دکھ“ ۱۹۵۲ میں منظر عام پر آیا۔ ”فیصلہ“، ”تھکان“، ”بھینس“، ”ذرا سی بات“، ”عورت“، ”سکھ دکھ“ انکے مشہور افسانے ہیں۔ کوشلیا شک کو ساحلی علاقوں کا سیر کرنے کا بڑا ہی شوق تھا اور تفریح طبع کے لئے اپنے اکثر و بیشتر اوقات کو وہ ساحلی علاقوں پر صرف کرتی تھیں۔ اور من کی موج سے ساحلی روانی کو تکتے نہ تھکتی تھیں۔ یہی سبب ہے کہ اپنے اکثر ناولوں میں انہوں نے سمندروں کی روانی اور طغیانی کو نہایت ہی شاندار انداز میں بیان کیا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے خاطر انکی مشہور و معروف ناول ”حد چاہئے سزا کی“ میں انہوں نے عورتوں کے حقوق کو اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچانے کی سعی پیہم کی ہے۔ عورتوں کو مرد کے جال سے بچنے کا طریقہ بتایا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے سے مامون کرایا۔ انکی زندگیوں کو ہواؤں کے دوش پر اڑا دینے سے بچانا انکا مقصد حیات رہا۔ مردانکے گھروں کو تاش کی پتوں کی طرح بکھیر دیتے جس کو ان کی آنکھیں نہ دیکھ پائیں اور رشحات قلم سے یہ موتیاں ٹپک پڑیں۔ انہوں نے دکنی اردو میں عادل شاہ ثانی کے حیات مبارکہ پر مقالہ لکھ کر حیدر آباد یو نیورسٹی سے ڈاکٹریٹ حاصل کی۔ ہندوستان اپنے دامن وسیع میں ایسی ایسی شخصیتوں کو سمویا ہوا ہے کہ جس کے فن کا چرچہ آج بھی لوگوں کی زبان پر جاری ہے حالانکہ فنکار اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

کیا ہے اس میں راجنل کا داستان عشق دہشتی کماری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایک دن راجنل اور دہشتی راجکماری شکار کے غرض سے ایک جنگل میں نکل آئے۔ اچانک راجنل نے لوگوں کی ایک ٹولی کو دیکھا جو جوئے میں مست تھے راجنل اپنے جذبات کو قابو نہ کر سکا بالآخر راجنل جو اکیلے کے غرض سے بیٹھ گیا اور اپنا پورا محل ہار گیا۔ یہ بات اسکو کہیں کی بھی نہ رکھی بالآخر راجنل دہشتی راجکماری کو جنگل کے مہیب اور خوفناک وادیوں میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اس قصے کو شکنتلا موج نے نہایت ہی دلکش انداز میں مرتب کیا ہے۔

اندرا شبنم: اندرا شبنم پاکستان کے شہر کراچی میں پیدا ہوئیں۔ اور ابتدائی تعلیم انہوں نے شہر کراچی سے حاصل کی تقسیم ہند کے بعد وہ کراچی کو خیر باد کہہ کے وہ پونے میں آ کر بود و باش اختیار کر لی۔ جب انکی عمر تقریباً چار سال کی تھی تب سے انکی ماں انھیں بہت ہی نعم و ناز سے کہانیاں سنایا کرتی تھی جس سے انکا رجحان کہانی کی سمت مائل ہو گیا اور جس کا انکی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ وہ سات برس ہی کی تھیں انکے افسانے پاکستان کے چھوٹے چھوٹے جرائد میں شائع ہونے لگے تھے جسے انسان تصور نہیں کر سکتا تھا۔ جس سے بچپن میں ہی انکے حوصلے اوج و عروج پر پہنچ گئے تھے اور بالآخر وہ کافی حد تک کامیاب ہوئیں۔ انکے دو افسانوی مجموعے ”بھارت“ (۲۰۰۶) اور ”ضمیر اپنا اپنا“ (۲۰۰۸) کافی شہرت پائے۔ ان میں عورتوں کا دکھ، مردوں کی عصبیت اور ان کی شاطرانہ چال وغیرہ کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ”جاتو میرے لیے مرگئی“، ”ضمیر اپنا اپنا“، ”ایک لات“، ”ایک بدحواس پل“، ”دو عورتیں“، رشتے وغیرہ انکی سماجی معاشرہ کی اصلاح کے باعث ہی وجود میں آئے اور عوام کے دماغ کے درتچے کھول کر انہیں غور و خوض کرنے پر مجبور کر دیئے۔

اسکول کی کھڑکی

افسانہ

محمد فیضان صدیقی

ہے۔۔۔ بورڈ پر لکھے ہر ہر لفظ کی تمہیں اچھی طرح پہچان ہونی چاہئے۔

راجو حیران تھا، یہ تمام باتیں اسکی ذہنی سطح سے بالاتر تھیں، اچانک اس نے دیکھا کہ اسکول کا پھانک کھلا اور طلبہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے باہر آنے لگے اسنے بعض کے ہاتھوں میں کاپی اور قلم بھی دیکھ لی تھی بس پھر کیا تھا اگلے ہی دن اس نے سبزی کے پیسوں سے ایک روپیہ نکال کر ایک پنسل خریدی، اسکول کے گرد بکھرے چند اوراق جمع کئے اور اسی کھڑکی کے نیچے جا بیٹھا۔ وہ ٹیچر کو پڑھاتے ہوئے سنتا اور طلبہ کے جانے کے بعد چپکے سے اندر جاتا اور بورڈ پر لکھے الفاظ کو سیکھنے کی کوشش کرتا۔

اب پانچ مہینے ہونے کو آئے تھے راجو روزانہ اپنے اسی کام کی وجہ سے مالکن سے مارکھاتا لیکن پھر ذرا بھی موقع ملتے ہی بھاگ نکلتا۔ ایک دن راجو حسب معمول اسی کھڑکی کے باہر بیٹھا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ہیڈ ماسٹر کلاس میں داخل ہوا اس نے آتے ہی کیمسٹری کی کتاب اٹھائی اور ایک سوال پوچھا سارے طلبہ ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے جب کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو ہیڈ ماسٹر نے ٹیچر کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”تو یہ آپ ہی بتا دیجئے۔“

”دراصل میں بھی اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا کبھی پڑھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا،“ ٹیچر نے اپنی طرف سے صفائی دیتے ہوئے کہا۔

”ایک چھوٹی سی پرابلم (Problem) حل کرنے کے لئے آپ کو کیا پڑھنے کی ضرورت ہے؟“ ہیڈ

آج چوتھا دن تھا اور گھر کا پائیں باغ جیسا کا تیسرا باقی تھا، راجو کے کپڑے میل سے اٹے ہوئے تھے اور بھوک کی شدت نے اُسے اس قدر کمزور بنا دیا تھا گویا بالسن پر کپڑے لٹکا دئے گئے ہوں، صورت سے وہ بارہ تیرہ سالہ نونہال لڑکا نہیں بلکہ تھتر سالہ بوڑھا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ صوفے کے داہنے اور لگے دھبے کو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اور ”تجھ سے کتنی بار کہا ہے کہ برتن ہمیشہ پہلے دھو دیا کر چل جا اور جا کر برتن دھو“ ماں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹا اور پکن کی طرف اس زور سے ڈھکیلا کہ وہ فرش پر جا پڑا۔ راجو نے نہ پیچھے مڑ کر دیکھا اور نا ہی کچھ کہنے کی زحمت گوارا کی، دراصل وہ اب ان سب باتوں کا عادی ہو چکا تھا اب اسے ان سب باتوں سے کچھ فرق نہ پڑتا تھا۔ جب وہ بارہ سال کا تھا تو اس کے بابا اسے انات آشرم سے لائے تھے۔ اور اب ایک سال بیت گیا تھا لیکن نہ تو اسے کبھی اس بات کا خیال آیا کہ اس کے اصلی ماں باپ کون ہیں؟ اور نہ ہی یہ لگا کہ اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ نہ ہونا چاہئے تھا۔ یہ ماں بلکہ مالکن اسے اپنا زر خرید غلام سمجھتی تھی اور ہر طرح کا کام اس سے لیتی تھی۔ ایک دن جب وہ منڈی سے بعض خریداری کے بعد واپس ہو رہا تھا کہ اس نے دیکھا اسکول کی دوسری اور چند ملی جلی آوازیں آرہی ہیں قریب جانے پر معلوم ہوا کہ کوئی ٹیچر کسی طالب علم کو ڈانٹ رہے تھے۔

”سنا نہیں تم نے! کل کا بھی ہوم ورک نہیں کیا اب میں تمہیں اذیت ناک سزا دوں گا، تم نے اسکول کو سمجھ کیا رکھا

شماره نمبر 1

ایک نظر ادھر بھی۔۔۔

اہل نظر پر یہ بات نصف النہار کی سی عیاں ہے کہ اگر کسی کو ماجری وماجری سے روشناس ہونا ہو تو وہ اخبار و جرائد نیز میگزینس کا سہارا دوسرے ذرائع کی نسبت کہیں زیادہ لیتا ہے۔ کیونکہ یہ ذرائع ہر کسی کے لئے دسترس پذیر ہیں۔ ہندوستان میں سینکڑوں پریس چلتے ہیں۔ مختلف مکتبہء نظر والے اپنے اپنے افکار کو لوگوں میں مقبول کرنے کی غرض سے نجی پریس چلا رہے ہیں۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ہندوستان میں سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں اخبار، جرائد اور میگزینس بھی سیکڑوں زبانوں میں چھپتے ہوں گے۔ میں یہ مضمون اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ قارئین کو اس میگزین کے مقاصد و اغراض سے باخبر کر سکوں۔ آپ لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ جب ہندوستان میں سینکڑوں کی تعداد میں اردو میگزینیں شائع ہوتے ہیں تو پھر میگزینس کے اس طویل فہرست میں ایک اور میگزین کا اضافہ کیوں؟ پیارے قارئین ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح کیرالا کے علاوہ دیگر ریاستوں سے اردو میگزینیں شائع ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح سرزمین کیرالا سے بھی اردو میگزینیں شائع ہو اس غرض کے پیچھے دو اسباب کار فرما ہیں ایک یہ کہ یہاں کے باشندوں کے تعلقات بیرون کیرالا والوں کے ساتھ بڑھیں اور استوار رہیں اور دوسرا یہ کہ اس میگزین کے ذریعے جماعت اہل سنت کے افکار و نظریات کو عام کرنے کا کام لیا جاسکے۔

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے اس مقصد کو پائے تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

محمد اطہر علی اطہر

(مدیر مسؤول دومانی صدائے ہدی)

بزم شعر و سخن

شمارہ نمبر ۱

غزل

استفسار بنو جوانان اسلام

عمر بھر تیرا انتظار کیا
خود سے بڑھ کر تجھی سے پیار کیا
جب بھی نظریں اٹھا کے دیکھ لیا
تم نے گھائل ہزار بار کیا
ہر کوئی تھا ترے خلاف مگر
دل نے تیرا ہی اعتبار کیا
بے وفائی کی حد معین ہے
تم نے ساری حدوں کو پار کیا
دل نے جب تجھ کو بسایا خود میں
ہم نے آنکھوں کو اشک بار کیا
زندگی میں اگر ملے نہ ہمیں
پھر کیوں خوابوں میں بے قرار کیا؟
لوگ تجھ کو کہیں نہ تڑپائیں
اس لئے پیار سے انکار کیا
چاندنی رات میں دیکھا جو فلک
ہم نے فوراً ترا دیدار کیا
کیا کہیں شاہی کوئی ہے جس نے
آنکھ سے دل کا ہے شکار کیا؟

اے گدائے غیر! اے مسلم شوریدہ جاں!
اے کہ جس کے سامنے زیر تھا یہ آسماں
چھین لئے جس نے تھے قیصر و کسری کے تاج
تم نے بنائے تھے جو علم و عمل کے قصور
کفر ترے نام سے لرزہ بر اندام تھا
تیرے ہی آبانے تھی پائی وہ رفعت، جہاں
غیر کے ایوان پہ برق تھا تیرا وجود
بندہ شاہیں صفات، طرز عمل میں تری
مسلم سادہ! کبھی غور کر اس دور پہ
فکر بھی کی ہے کبھی تم نے وہ ساعت کہ جب
اب بھی تری لے میں ہو سوز تو ممکن ہے کہ
پیش جو تم نے کیا سلطنت دیں کا راز
تیری فتوحات کا، تیری کرامات کا
تم نے دکھایا سبھی کو جو رہ مستقیم
اپنی حکومت سے تو آپ ہی محروم ہے
اپنے ہی نقصان سے کون ہے غافل یہاں؟
نغمہ پرواز ہے تیر دلوں کے لئے!
اے کہ تری داستاں کہہ نہیں سکتی زباں!
اے کہ جس پہ فاش تھا عقدہ کون و مکاں
آج ترا وہ مگر کھو گیا جذبہ کہاں؟
کیوں نہیں ملتے ہیں وہ تیرے پرانے نشاں
دشت میں بھی گونجتی تھی کبھی تیری اذیاں
جانہیں سکتے کسی طور بھی تیرے گماں
مشرق و مغرب میں تھا تیرا ہی سکھ رواں
عشق کا پلہ گراں، دین کا جذبہ نہاں
جب تری تکبیر سے گونجتا تھا یہ جہاں
جہل کی ظلمت میں تھی تیری خرد راہ داں
آج بھی ہو آسماں گیر تمہاری فغاں
دہر نے دیکھا نہیں تھا کبھی ایسا سماں
آج تلک اندلس کرتا ہے قصہ بیاں
آج بھی دنیا تری شان میں ہے نغمہ خواں
آہ! کہ چھینا گیا تجھ سے ترا آشیاں
ہاں پر اے مسلم تجھے ہی نہیں فکر زیاں
اور جو اشعار ہیں، کرتے ہیں کارِ کماں

محمد صدام حسین پرواز

ایڈیٹر ان چیف دوماہی صدائے ہدی

شیخ اسد اللہ شاہی

بقلم:

سید مدثر حسین
و یاسر انصاری

جماعت اہل سنت کے دو بے مثال اربابِ ادب

اربابِ ادب

آپ کو بطور انعام از ہر ایوارڈ عطا کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ سند سے بھی نوازے گئے۔

میدان تصنیف و تالیف میں، شعر و سخن اور ادب کے مشہور شہسوار ہیں۔ مفتی اعظم ہند اور مفسر اعظم ہند نے اپنی صحبت میں رکھ کر دریائے نعمت و رحمت اور بحرِ علم و عمل کا ایک درِ لامع بنایا۔ آپ کی علمی و عملی شان اور کمالات کا زمانہ اعتراف کرتا ہے۔

تاج الشریعہ حضور از ہری میاں کو شعر و سخن سے طالب علمی کے زمانے سے ہی دل چسپی تھی۔ شروع شروع میں اپنے اساتذہ سے اور والد ماجد ابراہیم رضا خان سے اپنے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔ آپ کے اشعار ادبیت سے مزین اور عشقِ رسول سے منور ہیں۔ آپ کی نعتیہ دیوان سفینہء بخشش اس امر پر روشن دلیل ہے۔ حضور از ہری میاں ابتدا ہی سے نعتیں نوشت فرمایا کرتے تھے۔

تاج الشریعہ از ہری میاں کے شعری مجموعے ”سفینہء بخشش“ میں نعت، منقبت، سلام، غزل وغیرہ شامل ہیں۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ نعتیہ دیوان دنیائے شعر و ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ شعر و سخن کے میدان میں آپ کا تخلص اختر ہے۔ سفینہء بخشش آپ کی نعتیہ شاعری کے جلوؤں کا نورانی خزانہ اور بخشش کا سفینہ ہے۔

آپ کی لکھی ہوئی نعتیں، منقبتیں ماہنامہ علیحضرت اور ماہنامہ نوری کرن بریلی میں شائع ہوتی رہیں۔

تاج الشریعہ حضور از ہری میاں کے بزبان عربی گیارہ کلام موجود ہیں۔ جن میں نعتیں، منقبتیں اور سلام شامل

حضور از ہری میاں طول اللہ عمرہ

روشنی علم و ادب کی خوب ہے
کیوں نہ ہو اس کے جو محور آپ ہیں

جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضور محمد اختر رضا از ہری مدظلہ العالی والنورانی ان نادر روزگار شخصیات میں سے ہیں جن پر زمانہ فخر کرتا ہے۔ آپ علم و فنون کے نیر تباہاں، طریقت و معرفت کے مہر درخشاں ہیں۔ آپ کی شعر گوئی علم و معرفت کی راز دان ہے۔ حضور از ہری میاں فقہ افتاء کے عظیم شہسوار بھی ہیں اور ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا از ہری میاں بن مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا جیلانی بن حجتہ الاسلام حامد رضا خان بن امام احمد رضا خان علیہم الرضوان کی ولادت باسعادت ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء کو محلہ سوداگران میں ہوئی۔ محمد نام پر آپ کا عقیقہ ہوا۔ پکارنے کا نام محمد اسماعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند سے بسم اللہ خوانی کی۔ دارالعلوم مظہر اسلام کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

۱۹۶۳ء میں دنیا کی قدیم اسلامی یونیورسٹی جامع از ہر قاہرہ مصر حصول علم کی غرض سے تشریف لے گئے۔ وہاں مسلسل تین سال تک فن تفسیر وحدیث کے ماہر وجید اور تبصر اساتذہ سے علوم و فنون حاصل فرمایا۔ ۱۹۶۶ء میں آپ جامع از ہر قاہرہ سے فارغ ہوئے تو کرنل جمال عبدالناصر نے

ہیں۔ ان کے مطالعے سے آپ کی عربی دانی میں اور اس میں مہارت تامہ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند کے وصال پر آپ نے بزبان عربی تاریخ وصال اشعار کی زبانی کہی۔

اسئلوا اختر ارح رحلة سیدی

فقلت عظیم الشان لیتنا الدار

حضور از ہری میاں دیگر ارباب سخن کی طرح ہر وقت شعر و شاعری میں مصروف نہیں رہتے ہیں۔ بلکہ جب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی یاد ستانے لگتی اور سوزِ عشق آپ کو بے تاب کرتا ہے تو آپ نعتیہ اشعار و مناجات لکھتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ آپ نے حمد و نعت کے علاوہ صحابہ کرام اولیائے عظام بزرگانِ دین کی شان میں متعدد منقبتیں اور مدحیہ قصائد بھی قلم بند کئے۔

تصنیف و تالیف، ترجمہ و تفسیر میں بھی حضور از ہری میاں کی قلم نے جسارت دکھائی۔ ہزار ہا فتاویٰ تحریر فرمائے۔ حال ہی میں مجلس برکاتی الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی سے آپ کا لکھا ہوا ”حاشیہ بخاری“ شائع ہوا۔ جو واقعی عربی زبان و ادب میں آپ کی مہارت علمیت و فقاہت اور فن حدیث میں کمال کا پتہ دیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب ”المعتمد المستند“ اردو زبان میں ترجمہ کیا جو درحقیقت ترجمہ کاری کا انوکھا باب ہے۔ ”الزلال الانقی عن بحر سبعة الانقی“ از امام احمد رضا قدس اللہ سرہ العزیز کا اردو ترجمہ فرمایا۔

اسکے علاوہ متعدد و بے شمار تراجم و تصانیف اور تقاریر و نوشت فرمائے جو آپ کی علمی یادگار اور ادبی خدمات

کا لاجواب شاہ کار ہے۔ آپ کے کلام اہل علم و ادب کی مجلسوں، ادبی نشستوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔

علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

”چل دیئے وہ آنکھ میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر“ اس دار فانی کے اصول و احکام خدائے لم یزل نے ایسے ڈھنگ میں ترکیب دے رکھی ہے کہ سب کے سب اپنا راستہ سالوں سال سے طے کرتے آرہے ہیں، نہ کوئی خلش نہ کوئی تکلیف اور نہ کوئی رکاوٹ درپیش آئی، یہاں تک کہ نظام حیات بھی کچھ ایسے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے کہ اگر ایسا نظام نہ ہوتا تو انسانوں کا جینا دو بھر ہو جاتا۔ تمام مخلوقات اس نظام کے آگے اختیاری و اجباری طور پر فرمانبردار ہیں۔

اللہ رب العزت نے جب جب زمین پر حق کو بھیجا تب تب ابلیس اس کو نیست و نابود کرنے کا حیلہ اختیار کرتا رہا۔ کبھی نمرود کے زمانے میں اجباری طور پر تو کبھی قارون کے زمانے میں مالی طور پر۔ مگر ہر وقت خدانے اس کی پاداش میں کبھی ابراہیم تو کبھی موسیٰ علیہما السلام کو مبعوث کیا۔ لیکن جب پوری کی پوری انسانیت مفقود ہوتی نظر آئی تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کا علم دیکر بھیج دیا۔

نو خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن!

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

خاتم النبیین کے بعد اس علم کو صحابہ اور پھر علمائے حق نے مضبوطی سے تھام کر رکھا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ انہیں علمائے حق اور فضلاء دین متین میں سے ایک ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء کو پاکستان کے بھاولپور میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب رئیس المفسرین عبد اللہ بن عباس سے جا کر ملتا ہے آپ نے اس زمانے میں آنکھ کھولی جس زمانے میں اسلام کو سب سے زیادہ خطرہ اپنے ہی لوگوں سے تھا۔ فرقہ پرستی نے اسلام کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا اور اسلام کی شمع جھلملاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ آپ کی پرورش آپ کے رفیق و شفیق والد ماجد علامہ نور احمد رحمہ اللہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم پدر مبارک سے حاصل کی۔ آپ کے والد عبادت و ریاضت میں لاٹانی تھے۔ آپ اپنے زمانے میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس طرح علم فقہ میں دور دور تک کوئی آپ کا ہم پلہ دکھائی نہیں دیتا تھا اسی طرح آپ علم الکلام اور دیگر علوم و فنون میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دیگر علماء کی صحبت میں رہ کر ان کے علوم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ان میں سے چند حافظ سراج الدین، حافظ جان محمد، محدث کبیر علامہ غلام یسین، مولانا عبدالکریم اور مولانا خوشید احمد رحمہم اللہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے جید علماء کے فیوض و برکات سے یہ شخصیت فیض یاب ہوئی۔ آپ نے علم حدیث، محدث عصر علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ سے حاصل کیا حتیٰ کہ تمام دینی و اسلامی علوم و فنون سے بہرہ ور ہو گئے۔

دینی و ملی خدمات :-

دور حاضر علمی و ثقافتی دور ہے۔ یہاں ہر بات دلیل کے ساتھ ثابت کی جاتی ہے۔ عقلی اور نقلی تمام دلیلوں کے لئے علم ہی سب سے اہم چیز ہے۔ آپ نے جب دینی و ملی خدمات کے میدان میں قدم رکھا تو اچھے اور برے دونوں کو حق جتانے

والا پایا۔ عام لوگ تذبذب کے شکار تھے کہ اچھائی اور برائی دونوں ہی اپنے آپ کو حق ثابت کرنے میں سرگرداں ہیں، اگر حق مانیں تو کس کو مانیں۔ آپ سے یہ سب دیکھا نہیں گیا آپ نے قلم اٹھایا اور قلعہ باطلہ پر پے در پے وار کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کی قلمی جسارت نے ایسی ایسی کتابیں لکھیں کہ برائی دنگ رہ گئی اور ایوانِ نجدیت و ہابیت میں زلزلہ آ گیا۔ آپ اپنے اوائل شباب ہی سے اتنا چمکے کہ دنیا کو روشن کر دیا۔ آپ کی تصنیفات ایک ہزار تک پہنچ چکی ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں

(۱) فیض المنان فی آیات القرآن

(۲) التعریف والبهتان فی تفسیر تفہیم القرآن

(۳) فیض القدیم فی اصول التفسیر

(۴) احسن البیان فی مقدمة القرآن

(۵) الفیض الجاری فی شرح البخاری

ان کے علاوہ بھی بہت قیمتی اور نفیسہ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔

آخری رحلت (دارفانی سے دار بقا کی طرف):

اپنے تمام علوم و فنون سے دنیا کو روشن کرتے ہوئے آخر میں یہ آفتابِ صوفشاں ”کل نفس ذائقة الموت“ کے مصداق اپنی تمام تر چمک دمک کس کے ساتھ غروب ہو گیا۔ آپ کا وصال ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ مطابق ۲۵ اگست ۲۰۱۰ء کو ہوا ان شاء اللہ وانا الیہ راجعون۔

خدائے لم یلد ولم یولد ہم جملہ مومنین و مومنات کو

ان کے علوم سے چند قطرے عنایت فرمائے۔

وہ شہر بھر کے لئے داستان چھوڑ گیا

چلا گیا مگر اپنا نشان چھوڑ گیا

مرادارالہدی عرفان و علم و فن کا گلشن ہے

اسی سے دل ہمارا مثلِ مہر و ماہ روشن ہے
فضائے گیتی و ہستی میں اک مینارِ روشن ہے
بھلے جاہل تھا وہ پہلے ، مگر اب ماہر فن ہے
اسی خاطر نچھاور تجھ پہ میری جان و تن ، من ہے
کہ اب بامِ فلک پر جا چکا میرا نشیمن ہے
نہیں گھٹتا ، تو ایسا میکدہ ہے ، ایسا مسکن ہے!
کہ فخر و ناز سے اونچی ہوئی اب میری گردن ہے!
ترے صدقے! کہ تیرے دم سے ساری دورِ الجھن ہے
ترے فیضان کے آگے ، ہمارا تنگ دامن ہے!
ہماری روح ہے تو ، جان ہے تو ، تو ہی دھڑکن ہے
برستا رجتوں کا ہر گھڑی ، ہر آن ساون ہے
مگر دارالہدی! تیرے ہر اک خوشے میں خرمن ہے!!!
سبب جس کے تمہارا نور سے پر نور آگن ہے
ترے سائے سے بھی دارالہدی! مفرور دشمن ہے!
یہ علم و فن کا گلشن ہے ، یہ علم و فن کا مخزن ہے

مرادارالہدی عرفان و علم و فن کا گلشن ہے
مثالِ آسمان ہے یہ کہ جس کا ایک اک تارا
قدم اس میں رکھا جس نے بغرضِ علم و فضل و حق
نکالا ہے تمہیں نے ہم کو قعرِ جہل و ظلمت سے
مجھے بخشی بلندی اس قدر ، اس طور سنبھالا
ترے پیالے سے یاں جو بھی پئے ، جتنا پئے ، پھر بھی
نہ سمجھو! فخر تو میں رازِ دل کھل کر بیاں کر دوں
بہت لاچار تھا ، مجبور تھا میں ، پر مرے پیارے!
ترے احسان کا کوہِ گراں کیسے اٹھائیں ہم؟
غرض میں کیا کہوں دارالہدی! تو اور کیا کیا ہے
در و دیوار پر تیرے ، ترے دامن میں پیارے!
زمانے بھر میں دیکھا ہے کہ خرمن میں رہا خوشہ
کرم اللہ کا ہے ، اور صدقہ شاہِ بطحا کا
بفضلِ قطبِ جیلانی ، بفیضِ شاہِ ممبورم
فقط پرواز کا دعویٰ نہیں ، دنیا یہ کہتی ہے!

محمد صدام حسین پرواز (ناواوی)

ایڈیٹر انچیف (ماہنامہ صدائے ہدی)